مرا مقصود و مطلوب و تمنا خدمت خلق است

جماعت احمدیہ کے نمایاں اوصاف میں سے
ایک وصف خدمت خلق کا بھی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جماعت
احمدیہ اپنے خالق و مالک خدا سے سچی محبت کرتی ہے اور اسی لئے اپنے محبوب کی
مخلوق کی خدمت کے لئے ہمہ تن آمادہ رہتی ہے اور اس خدمت میں اپنے پرائے کی تمیز
روا نہیں رکھتی اور اس کے فیض کا پانی ہر کس و ناکس کو سیراب کرتا ہے۔ بانی سلسلہ احمدیہ حضرت
مسیح موعود علیہ السلام اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود خدمت خلق کے کاموں میں گھنٹوں مصروف
رہتے اور ہر قسم کے لوگوں کو آرام پہنچانے کی کوشش فرماتے۔ اس کا کچھ نقشہ حضرت مولوی عبدالکریم
صاحب سیالکوٹی نے اپنی تصنیف سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں کھینچا ہے۔ حضرت مسیح الزمان علیہ
السلام کے فیض و عطا کا یہ سلسلہ آپ کے خلفاء کے ذریعہ ہمیشہ جاری و ساری رہا ہے اور اب خلافت رابعہ میں
تو یہ سلسلہ انتہائی وسعت اختیار کر کے عالمی رنگ اختیار کر گیا ہے۔ چنانچہ دنیا میں غریب عوام کی بے لوث
خدمت اور ناگہانی آفتوں میں فوری خدمت جماعت احمدیہ کا طرۂ امتیاز بن چکا ہے اور تمام شعبہ ہائے
زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ اس کے اقراری ہیں۔ الحمد للہ علی ذالک

ہماری اپنے خدام بھائیوں سے یہ دلی درخواست ہے کہ خدمت کے ہر میدان میں پہلے سے بڑھ کر
آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ اپنے ہمسائیوں، رشتہ داروں محتاجوں، ضرورت مندوں،
یتیموں، مسکینوں اور مصائب و آلام کے شکار لوگوں کے لئے سایۂ رحمت بن جائیں۔
دردمندوں کے درد کی دوا اور گرتے ہوؤں کے لئے عصا بن جائیں مگر بلا
تفریق مذہب و ملت کہ ہمارا خدا رب العالمین ہے اور
انسانیت کا رشتہ سب سے سوا ہے۔

ملفوظات کی جلدیں ہمیشہ سرہانے رکھی رہتی ہیں

"اپنی تو یہ حالت ہے کہ ملفوظات کی جلدیں ہمیشہ سرہانے رکھی رہتی ہیں اور ضروری اور فوری کاموں سے ذرا فرصت ہوتی ہے تو انہیں پڑھنا شروع کر دیتا ہوں۔ کتاب کھولنے کی دیر ہوتی ہے کہ ایک جہان آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ کہیں دعا کے متعلق گفتگو ہو رہی ہے، کہیں عیسائیت کے رد میں دلائل بیان ہو رہے ہیں، کہیں استغفار کی اہمیت ذہن نشین کرائی جا رہی ہے، کہیں جماعت کو ایک رنگ میں نصیحت کی جا رہی ہے، کہیں دوسرے رنگ میں نصائح ہو رہی ہیں۔ جس طرح ایک گلہ بان اپنی بھیڑوں کے گلہ پر ہر سمت اور ہر طرف نگاہ رکھتا ہے کہ کوئی ادھر نہ بھٹک جائے اور کوئی اُدھر نہ بھٹک جائے، اس طرح یوں معلوم ہوتا ہے کہ حضور نے ہر قسم کی نیکیوں پر نگاہ رکھی ہوئی ہے اور گھیر گھیر کے حضور نے انہیں ایک چھوٹی سی جگہ میں ہمارے لیے محفوظ کر دیا ہے اور جب ملفوظات کی شکل میں یہ نیکیاں یکجائی طور پر ہمارے سامنے آتی ہیں تو ہم ان سے بڑا ہی لطف اٹھاتے ہیں۔ یہ وہ بیش بہا خزانہ ہے جس سے ہماری نسلیں قیامت تک حظ اٹھاتی رہیں گی۔ (انشاء اللہ)

(تقریر اجتماع انصار اللہ۔ بحوالہ روزنامہ الفضل ۱۸/ اگست ۱۹۹۹ء)

فرمودات حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:۔

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم میں غوطہ خوری کے بعد علوم و معرفت کے بے بہا موتیوں کو نکالا اور ہمارے سامنے پیش کیا"۔ (خطبہ جمعہ ۳ مئی ۱۹۸۵ء)

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عبارتیں تو ذرا پڑھ کر دیکھیں کہ خدا کیا ہے؟ فرشتے کیا ہیں؟ آسمانی کتابیں کیا ہیں؟ اور انبیاء علیہم السلام کیا ہیں؟ مگر مخالفین احمدیت نے جو تصورات پیش کئے ہیں وہ ان کے قریب بھی نہیں پہنچ سکتے جو قرآن کریم اور سنت نبوی سے اخذ کر کے حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی پاک زبان میں ہمارے سامنے پیش فرمائے ہیں"۔

(خطبہ جمعہ ۳ مئی ۱۹۸۵ء بحوالہ روزنامہ الفضل ۱۰ مارچ ۲۰۰۰ء)

☆☆☆
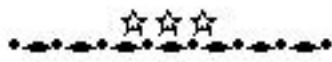
غزل

بس تجھے مدِ نظر رکھتا ہوں
تُو جہاں بھی ہو، خبر رکھتا ہوں

پانی کر دیتا ہوں پتھر کا جگر
دل کو یوں درد سے بھر رکھتا ہوں

ایک دن تُو بھی پگھل جائے گا
اپنے اندر وہ اثر رکھتا ہوں

تم مرے پاس کبھی آؤ تو
مَیں بھی دل اور جگر رکھتا ہوں

میرے سائے میں کبھی بیٹھ کے دیکھ
مَیں محبت کا شجر رکھتا ہوں

ڈوب جا آ کے مری آنکھوں میں
میں سدا دیدۂ تر رکھتا ہوں

(عنایت اللہ بلوچ منڈرانی۔ کارکن تحریک جدید، ربوہ)

☆☆☆
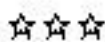
غریب پروری

(مکرم مرزا عرفان قیصر صاحب)

تنگی کا احساس

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب فرماتے ہیں:۔

"منشی محمد نصیب صاحب ایک یتیم کی حیثیت سے قادیان آئے تھے اور حضرت اقدسؑ کے رحم و کرم سے انہوں نے قادیان میں رہ کر تعلیم پائی۔ ان کے اخراجات اور ضروریات کا سارا بار سلسلہ پر تھا۔ جب وہ جوان ہو گئے اور انہوں نے شادی کر لی تو وہ لاہور کے ایک اخبار کے دفتر میں محرر ہوئے اور پھر دفتر بدر قادیان میں آکر بارہ روپے ماہوار پر ملازم ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو جب اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلا بیٹا نصیر احمد عطا فرمایا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نصیر احمد صاحب کے لئے ایک انا کی ضرورت پیش آئی۔ میں نے شیخ محمد نصیب صاحب کو تحریک کی کہ ایسے موقعہ پر تم اپنی بیوی کی خدمات پیش کر دو۔ ہم خرما و ہم ثواب کا موقعہ ہے۔ میرے مشورہ کو شیخ صاحب نے قدر و عزت کی نظر سے دیکھا اور ان کو یہ موقعہ مل گیا اور ان کی بیوی نصیر احمد صاحب کو دودھ پلانے پر مامور ہو گئیں۔ اس سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے باتوں ہی باتوں میں دریافت فرمایا کہ شیخ محمد نصیب صاحب کو کیا تنخواہ ملتی ہے۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ صرف بارہ روپے ملتے ہیں تو آپ نے محسوس فرمایا کہ اس قدر قلیل تنخواہ میں شاید گزارہ نہ ہوتا ہو۔ اگر چہ وہ ارزانی کے ایام تھے لیکن حضرت اقدسؑ کو یہ احساس ہوا اور آپ نے ایک روز گزرتے ہوئے ان کے کمرے میں بیس پچیس روپے کی پوٹلی پھینک دی۔ شیخ صاحب کو خیال گزرا کہ معلوم نہیں یہ روپیہ کیسا ہے۔ آخر یہ معلوم ہوا کہ حضرت اقدسؑ نے ان کی تنگی کا احساس کر کے رکھ دیا ہے تا کہ تکلیف نہ ہو اور آرام سے گزارہ کر لیں"۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب صفحہ ۳۰۵)

آقا و خادم

"منشی ظفر احمد صاحب روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مغرب کی نماز کے بعد (بیت) مبارک قادیان کے اوپر کی چھت پر چند مہمانوں کے ساتھ کھانا کھانے کے انتظار میں تشریف فرما تھے۔ اُس وقت ایک احمدی دوست میاں نظام دین صاحب ساکن لدھیانہ جو بہت غریب آدمی تھے اور اُن کے کپڑے بھی پھٹے پُرانے تھے، حضور سے چار پانچ آدمیوں کے فاصلہ پر بیٹھے تھے۔ اتنے میں چند معزز مہمان آکر حضور کے قریب بیٹھتے گئے اور اُن کی وجہ سے ہر دفعہ میاں نظام دین کو پرے ہٹنا پڑا حتی کہ وہ ہٹتے ہٹتے جوتیوں کی جگہ پر پہنچ گئے۔ اتنے میں کھانا آیا تو حضور نے جو یہ سارا نظارہ دیکھ رہے تھے ایک سالن کا پیالہ اور کچھ روٹیاں ہاتھ میں اُٹھا لیں اور میاں نظام دین سے مخاطب ہو کر فرمایا "آؤ میاں نظام دین ہم اور آپ اندر بیٹھ کر کھانا کھائیں"۔ یہ فرما کر حضورؑ (بیت) کے ساتھ والی کوٹھڑی میں تشریف لے گئے اور حضورؑ نے اور میاں نظام دین نے کوٹھڑی کے اندر اکٹھے بیٹھ کر ایک ہی پیالہ میں کھانا

کھایا۔ اُس وقت میاں نظام دین خوشی سے پھولے نہیں سماتے تھے اور جو لوگ میاں نظام دین کو عملاً پرے دھکیل کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قریب بیٹھ گئے تھے وہ شرم سے کٹے جارہے تھے"۔ (سیرت طیبہ ۔صفحہ ۱۸۸)

ایک سائل کا قصہ

قادیان کے قریب ستھیالی ایک چھوٹا سا گاؤں ہے، جو قادیان سے قریباً چھ میل کے فاصلہ پر ہوگا۔ وہاں سے ایک جٹ فقیر آیا کرتا تھا۔..... وہ (بیت) مبارک کی چھت کے نیچے آکر کھڑکی کے پاس آواز لگایا کرتا تھا۔ جو بیت الفکر کی مغربی دیوار میں ہے۔ اس کی آواز یہ ہوتی تھی۔

"غلام احمد! روپیہ لینا ہے۔"

یعنی اے غلام احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) روپیہ لینا ہے اور وہ وہاں بیٹھ جاتا۔ حضرت صاحب کسی کام میں بعض اوقات مصروف ہوتے اور آپ کی توجہ اس میں ہوتی اور آپ اس کی آواز کو نہ سن سکتے تو وہ ہر دفعہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد آوازیں لگاتا۔ اکثر لوگوں کو ناگوار معلوم ہوتا اور کوئی اسے ٹوکتا تو وہ کہہ دیتا کہ میں تمہارے پاس آیا ہوں؟ میں تو غلام احمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے مانگتا ہوں۔ حضرت اقدس کو اگر معلوم ہوجاتا کہ کسی نے اسے کچھ کہا ہے تو آپ ناپسند فرماتے اور ہنستے ہوئے اس کو روپیہ دے دیا کرتے اور یہی آپ کا معمول تھا کہ سائل کو زیادہ دیر انتظار میں نہ رکھتے تھے۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب صفحہ ۳۰)

آپ سائل کو رد نہ کرتے

سائل کو آپ کبھی بھی رد نہ کرتے تھے۔ آپ کی زندگی اَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ کی ایک عملی تفسیر تھی۔ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب فرماتے ہیں کہ:-

"ایک دن ایسا ہوا کہ نماز عصر کے بعد آپ معمولاً اٹھے اور (بیت الذکر) کی کھڑکی میں اندر جانے کے لئے پاؤں رکھا۔ اتنے میں ایک سائل نے آہستہ سے کہا کہ میں سوالی ہوں۔ حضرت کو اس وقت ایک ضروری کام بھی تھا اور کچھ اس کی آواز دوسرے لوگوں کی آوازوں میں مل جل گئی تھی، جو نماز کے بعد اٹھے اور عادتاً آپس میں کوئی نہ کوئی بات کرتے تھے۔ غرض حضرت سرزدہ اندر چلے گئے اور التفات نہ کیا، مگر جب نیچے گئے وہی دھیمی آواز جو کان میں پڑی تھی اب اس نے اپنا نمایاں اثر آپ کے قلب پر کیا۔ جلد واپس تشریف لائے اور خلیفہ نورالدین صاحب کو آواز دی کہ ایک سائل تھا، اسے دیکھو کہاں ہے؟ وہ سائل آپ کے جانے کے بعد چلا گیا تھا۔ خلیفہ صاحب نے ہر چند ڈھونڈا پتہ نہ ملا۔ شام کو حسب عادت نماز پڑھ کر بیٹھے ہی سائل آ گیا اور سوال کیا۔ حضرت نے بہت جلدی جیب سے کچھ نکال کر اس کے ہاتھ میں رکھ دیا اور اب ایسا معلوم ہوا کہ آپ ایسے خوش ہوئے ہیں کہ گویا کوئی بوجھ آپ کے اوپر سے اتر گیا ہے۔ چند روز کے بعد ایک تقریب سے ذکر کیا کہ "اس دن جو وہ سائل نہ ملا میرے دل پر ایسا بوجھ تھا کہ مجھے سخت بے قرار کر رکھا تھا اور میں ڈرتا تھا کہ مجھ سے معصیت سرزد ہوئی ہے کہ میں نے سائل کی طرف دھیان نہیں کیا اور یوں جلدی اندر چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ وہ شام کو واپس آ گیا ورنہ خدا جانے میں کس اضطراب میں پڑا رہتا اور میں نے دعا بھی کی تھی کہ اللہ تعالیٰ اسے واپس لائے"۔

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ حضرت مولانا عبدالکریم صاحب سیالکوٹی صفحہ ۱۲،۱۳)

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

وقت ایک سائنسی تحقیقاتی مقالہ

(مکرم عبدالعلیم صاحب۔ امن آباد، لاہور)

وقت ہماری زندگی میں زبردست اہمیت کا حامل ہے۔ چاہے ہم نماز ادا کرنا چاہتے ہوں، چاہے کھانا کھانے لگے ہوں، چاہے پڑھنے لگے ہوں یا دفتر جانا مقصود ہو۔غرض یہ کہ وقت ہر شخص کے لئے ہر وقت اہم ہے۔ وقت ہمیشہ آگے بڑھتا رہتا ہے۔اس کا ثبوت اس مسلمہ سائنسی حقیقت سے ملتا ہے کہ کچھ واقعات و عوامل ایسے ہوتے ہیں جو ناقابل واپسی ہوتے ہیں۔ اگرچہ ہم وقت کو مستقل رفتار سے چلنے والا (Constant) سمجھتے ہیں لیکن وقت کے گزرنے کا احساس اور اس سے متعلق ہماری سوچ، ہمارے حالات پر منحصر ہے۔ اگر ایک طالبعلم تعطیلات سے لطف اندوز ہو رہا ہے تو اس کے لئے وقت بہت تیز رفتاری سے گزرے گا۔ لیکن اگر ایک شخص ۵۰ کلو وزنی بھاری بوری اٹھانے کا کام کر رہا ہے تو شاید اس کے لئے ایک منٹ، ایک گھنٹے کے برابر ہو۔

آئن سٹائن کی تھیوری آف ریلیٹیویٹی (Theory of Relativity) بھی وقت کو تغیر پذیر (Variable) ماہیت قرار دیتی ہے۔ جس کے تحت وقت کا دارومدار مشاہدہ کرنے والے کی حالت، رفتار، کمیت اور اس جگہ جہاں سے وقت ناپا جا رہا ہے، پُر ہے۔

یوں وقت کی ماہیت اتنی سادہ نہیں جتنی ہم سمجھتے ہیں۔ بہرحال اب ہم وقت، بنیادی نظام برائے پیمائش وقت اور اس کی اکائیاں بیان کریں گے تاکہ ہمیں اس عجیب لیکن اہم چیز کی تاریخ اور موجودہ شکل سے آگاہی ہو سکے جسے ہم ''وقت'' کہتے ہیں۔

وقت کے نظام اور اکائیاں

زمین کا مدار گول نہیں بلکہ بیضوی ہے۔ اس لئے ہمیں سورج بھی ایک مقررہ رفتار پر حرکت کرتا نظر نہیں آتا اس لئے وقت کے ماپنے کے نظام زیادہ تر خیالی ''اوسط سورج'' (Mean Sun) کی بنیاد پر بنائے جاتے ہیں اور یہ خیالی سورج حقیقی سورج کی اوسط رفتار کے برابر رفتار پر مستقلاً چلتا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

ایک دن وہ دورانیہ ہے کہ جس کے دوران زمین اپنے محور کے گرد ایک چکر مکمل کرتی ہے۔

Sidereal Day

یہ دن کی پیچیدہ شکل ہے جو زمین، سورج اور کسی ستارے کی پوزیشن کے باہمی تقابل سے ترتیب دیا جاتا ہے۔ اس کی وضاحت کرنا مضمون کو پیچیدہ کردے گا، لہذا یہ کہنا کافی ہے کہ یہ دن ۲۳ گھنٹے، ۵۶ منٹ اور ۴ سیکنڈ کے برابر ہوتا ہے۔

شمسی دن (Solar Day)

یہ ''اوسط سورج'' (Mean Sun) کے لحاظ سے ناپا جاتا ہے۔ اوسط شمسی دن ۲۴ گھنٹے کا تصور کیا جاتا ہے۔

شمسی سال

سورج کے گرد گردش کرتے ہوئے ایک چکر پورا کرنے میں زمین کو جو عرصہ لگتا ہے وہ ''سال'' کہلاتا ہے۔ زمین کا حقیقی مداری عرصہ ۳۶۵ دن، ۶ گھنٹے، ۹ منٹ اور ۱۰ سیکنڈ ہے۔ اسے Sidereal Year کہتے ہیں۔ لیکن زمین کا

محور (جو پہلے ہی ایک طرف جھکاؤ رکھتا ہے) مستقل نہیں اور جگہ بدلتا رہتا ہے۔ اسی لئے آج قطب شمالی، قطب ستارہ (Polaris) کی سیدھ میں ہے لیکن ۱۴۰۰۰ء تک زمین کا محور اس قدر بدل چکا ہوگا کہ قطب شمالی (Vega) ستارے کی سیدھ میں آجائے گا!

اس کا مطلب یہ ہوا کہ سورج ہمیں دوسرے ستاروں کے لحاظ سے آسمان میں غیر مستقل اور تغیر پذیر راستے پر حرکت کرتا ہوا نظر آئے گا۔ اس بات سے Sidereal Year اور Sidereal Day بھی متاثر ہونگے اگر ان کی پیمائش قطب شمالی کے لحاظ سے کی جائے۔ اسی لئے ایک ''استوائی سال'' (Tropical Year) ترتیب دیا گیا۔ یہ ۳۶۵ دن، ۵ گھنٹے، ۴۸ منٹ اور ۴۵ سیکنڈ کے برابر ہے۔ یہی (Tropical Year) کیلنڈر کے ترتیب دینے میں مستعمل ہے۔

وقت کی بنیادی اکائی

وقت کی بنیادی اکائی ''سیکنڈ'' ہے۔ ابتدائی طور پر ایک اوسط شمسی دن کا 1/86400 واں حصہ، ایک سیکنڈ قرار دیا گیا تھا، لیکن چونکہ زمین اور سورج، مجموعی طور پر وقت کی پیمائش کے لئے موزوں نہیں اس لئے وقت کی بنیادی اکائی سیکنڈ کی تعریف بدل دی گئی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ تمام تابکار مادے تابکاری خارج کر کے ایک سے دوسری حالت میں تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ یہ تابکاری جن عوامل (Processes) کے ذریعے جن مخصوص ثانیوں میں وقوع پذیر ہوتی ہے۔ انہیں Period کہتے ہیں۔ یوں تابکار مادے جب تابکاری خارج کریں تو ہزاروں بلکہ لاکھوں Periods بھی اس عمل میں وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ اس تمہید کے بعد میں سیکنڈ کی جدید لیکن قدرے پیچیدہ تعریف بیان کرتا ہوں۔ اس مقصد کے لئے سیزیم 133 ایٹم کو چنا گیا ہے۔ ایک سیکنڈ برابر ہے تابکاری کے 9192631770 پیریڈز کے دورانیے کے۔ جو وقوع پذیر ہوتے ہیں اس عمل کے دوران کہ جس میں سیزیم 133 ایٹم اپنی ایک (Hyperfine Level) حالت سے دوسری میں تبدیل ہوتا ہے۔

گرین وچ مین ٹائم

Greenwich Mean Time

زمین کو بہتر طریق سے سمجھنے اور جغرافیائی تفاصیل کے لئے زمین پر طولی اور عرضی خیالی خطوط تصور کیے گئے ہیں۔ جنہیں طول بلد Longitude اور عرض بلد Latitude کہا جاتا ہے۔ انہیں میں سے ایک خاص طول بلد کو جو گرین وچ (لندن کے قریب انگلستان کا ایک مقام) سے گزرتا ہے صفر طول بلد کا نام دیا گیا ہے۔ اسی کو گرین وچ میریڈین کا نام دیا گیا ہے۔

اوسط سورج (Mean Sun) کو دوپہر ۱۲ بجے (Exact) اس گرین وچ میریڈین سے گزرتا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔ یوں اس گرین وچ میریڈین کے لحاظ اور تقابل سے پوری دنیا کے لئے وقت کا ایک معیار مقرر کر دیا گیا ہے۔ اب تمام دنیا میں معیاری وقت کا اسی گرین وچ میریڈین کے ذریعہ مقرر کردہ معیاری وقت کے ساتھ موازنہ کر کے تعین کیا جاتا ہے۔ یہی گرین وچ ٹائم پاکستان کے لئے معیار ہے۔ مثلاً پاکستان گرین وچ مین ٹائم سے ۵ گھنٹے زیادہ معیاری وقت مقرر کرتا ہے گویا انگلستان میں دوپہر ۱۲ بجے ہوں تو پاکستان میں ۵ بجے شام کے ہوں گے۔

کیلنڈر Calendar

زمین سورج کے گرد گھومنے کے دوران ایک چکر 365.2422 میں مکمل کرتی ہے۔ اس کو ایک سال کہتے ہیں، لیکن ہمارے رائج کیلنڈر میں ۳۶۵ دن ہیں۔ یوں ہر سال 0.2422 دن کے برابر وقت پیمائش سے رہ جاتا ہے۔

اس مسئلے کا حل پہلی بار جولیس سیزر (۱۰۰-۴۴ ق م) نے تلاش کروایا اور نیا کیلنڈر بنوایا جو ''جولین'' (Julian) کیلنڈر کہلاتا ہے۔ گذشتہ سالوں میں جو غلطیاں جمع ہو گئی تھیں۔ ان کو دور کرنے کے لئے پہلے تو جولیس سیزر نے ۴۶ ق م کے سال کو ۳۶۵ کی بجائے ۴۴۵ دن کا کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد اس نے ''لیپ'' کے سال کا نظریہ دیا اگرچہ اس کا لیپ کا سال ہر ۳ سال بعد آتا تھا۔ اس ۳ سال بعد آنے کی وجہ سے مزید غلطی پیدا ہو گئی اور 0.0911 دن یا ۲ گھنٹے ۱۱ منٹ ہر سال زائد رہ جاتے۔ اس مسئلہ کو آگسٹس نے (۶۳-۱۴ ق م) حل کیا۔ اس نے ۸ ق م میں لیپ کا سال ۴ سال بعد آنا مقرر کر دیا۔ اس طرح ہر سال 0.2500 دن بچ رہے اور اب غلطی 0.0078 دن یا ۱۱ منٹ فی سال (زائد) رہ گئی۔ اس غلطی کا ازالہ نہ کیا گیا۔ اس وجہ سے ۱۴ ویں صدی تک ۱۰ دن کا فرق پڑ چکا تھا۔ یعنی رائج کیلنڈر کی تاریخ اصل تاریخ سے ۱۰ دن پیچھے ہو گئی تھی۔ پوپ گریگوری xiii (۱۵۷۲-۸۵) نے اس لئے گریگورین کیلنڈر رائج کیا اور حکم دیا کہ ۴/اکتوبر ۱۵۸۲ء کے بعد ۱۵/اکتوبر ۱۵۸۲ء کا دن آئے گا۔ اسی طرح اس نے فیصلہ کیا کہ صدی والے سال لیپ (leap) کے اس وقت تک نہ ہوں گے جب تک کہ وہ 400 پر تقسیم نہ ہوں۔ گویا 1700، 1800، 1900، 2100 وغیرہ لیپ کے سال نہیں لیکن 1600، 2000، 2400 وغیرہ لیپ کے سال ہیں۔ اس کیلنڈر کو اپنانے سے غلطی صرف 0.0003 دن (زائد) فی سال رہ گئی اور 0.2425 زائد دن فی سال کو درج بالا اصول اور لیپ کے سال کے اضافی دن سے شامل کر دیا گیا۔ یوں کئی ہزار سال تک اب موجودہ کیلنڈر صحیح رہے گا۔ برطانیہ نے گریگورین کیلنڈر ۱۷۵۲ء میں اپنایا اور روس نے ۱۹۱۷ء میں۔ (واضح رہے کہ نیا کیلنڈر ۱۹۱۷ء تک نہ اپنانے کی وجہ سے روس میں ۱۳ دن کا فرق آ چکا تھا۔)

مختصر مختصر

اسلامی کیلنڈر ۳۵۴ یا ۳۵۵ دن کا ہوتا ہے۔ یہودی کیلنڈر ۳۵۳ سے ۳۸۵ دن تک کا ہوتا ہے۔ سب سے پہلے وقت کی پیمائش کے لئے گول دائرے میں پتھر اور ایک ڈنڈا استعمال کیا جاتا تھا۔ جسے Sundial کہتے ہیں۔ قدیم ترین Sundial ۳۵۰۰ ق م کے زمانے کا مشرق وسطیٰ سے دریافت ہوا۔ اس ڈنڈے کا سورج کی روشنی میں سایہ بنتا ہے جو Sundial پر پڑ کر وقت واضح کر دیتا ہے۔ اس کے بعد پہلی میکانی گھڑیاں کافی عرصہ بعد ۱۴ ویں صدی میں ایجاد ہوئیں اور پہلی پنڈولم کلاک ۱۷ ویں صدی میں ایجاد ہوئی۔ جب کہ کوارٹز کلاک ۱۹۲۹ء میں بنائی گئی۔ اس میں کوارٹز کرسٹل میں سے برقی وولٹیج گذاری جاتی ہے۔ جس سے اس میں ارتعاش پیدا ہوتے ہیں اور یہی سوئیوں کی حرکت کے لئے استعمال ہوتے ہیں جب کہ بہترین گھڑی جو آج تک بنائی گئی وہ اٹامی گھڑی ہے جو ۱۹۴۸ء میں ایجاد ہوئی۔ یہ ایٹم کی فطری ارتعاشی حرکت سے وقت کا تعین کرتی ہے۔ اس میں 1.7 ملین سال کے بعد صرف اور صرف ایک سیکنڈ کا فرق پڑتا ہے۔

(Guiness Encyclopedia 1st edition)

☆☆☆

مجلس عرفان

علم نجوم اور دست شناسی

سوال: علم نجوم سے کیا مراد ہے؟ نیز دست شناسی کی کیا حقیقت ہے؟

جواب: حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: علم نجوم کے ذریعہ آج کل دنیا میں بڑی بڑی معلومات حاصل ہو رہی ہیں۔ (Astronomy) علم نجوم کے ذریعہ ساری دنیا میں رونما ہونے والے واقعات کو سٹڈی کیا جا رہا ہے۔ اس حد تک تو علم نجوم درست ہے۔ مگر یہ کہنا کہ فلاں ستارے نے فلاں کی قسمت بنائی ہوئی ہے اور اس کی سٹڈی سے فلاں کی زندگی میں یہ یہ واقعات رونما ہوں گے۔ یہ سب گپ شپ ہے۔ اسی طرح ہاتھ دکھا کر قسمت کا حال معلوم کرنا بھی محض گپ ہے۔ واقعۃً یہ تو ممکن ہے کہ ہاتھ کی بناوٹ سے انسانی مزاج اور اس کے اثرات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہو۔ جس طرح پاؤں دیکھ کر عرب بھی قیافہ شناسی کیا کرتے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے بھی اس کو درست قرار دیا۔ اس حد تک تو دست شناسی درست ہے۔ لیکن یہ خیال کرنا کہ ہاتھوں کی لکیروں میں قسمت بنی ہوئی ہے اور یہ یہ واقعات رونما ہوں گے۔ یہ سب گپیں ہیں۔ چنانچہ بعض بڑے بڑے مشہور نجومی تھے جو احمدی ہوئے تو انہوں نے اس پیشہ سے توبہ بھی کی اور خود اپنے قصے بھی سنائے کہ جو دست شناسی کیا کرتے تھے اس کی اصل حقیقت کیا تھی۔ وہ کہتے ہیں ایک لمبے تجربے سے ہم انسانوں کا مزاج سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ بعض اتفاقات کا ہمیں علم ہے کہ ہوتے رہتے ہیں اور ہمیں یہ بھی پتہ ہے کہ اگر ہم چار پانچ باتیں بیان کریں۔ چار ان میں سے نہ ہوں پانچویں ہو گئی تو اکثر بیان کرنے والا چار کا ذکر نہیں کرتا صرف پانچویں کا ذکر کر دیتا ہے اور نجومیوں کا خوب پروپیگنڈہ ہوتا ہے کہ فلاں نجومی نے فلاں بات کی تھی وہ بالکل پوری ہو گئی اور اس نے جو ساتھ دس گپیں ماری تھیں ان کو بیان کرنے والے چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ انسانی فطرت کا ایک چسکا ہے کہ فلاں نے ایک واقعہ بیان کیا اور وہ اس طرح ہوا۔ تو احمدی نجومیوں کا یہ کہنا تھا کہ انسانی فطرت کی ان ساری کمزوریوں کو مدنظر رکھ کر نجومی کامیاب ہو جاتے ہیں، لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ ہاتھ کی لکیروں سے کچھ نہیں پڑھتے۔

ایک اندازہ۔ ایک حقیقت

فرمایا: ایک دفعہ لنڈن یونیورسٹی میں ہم ایک جگہ ایک پارٹی میں جمع تھے۔ مختلف یونیورسٹیوں کے طلبہ کا ایک بڑا دلچسپ Academic (اکڈیمک) اجتماع تھا۔ میں بھی وہاں گیا ہوا تھا۔ طلبہ سے باتوں باتوں میں پامسٹری (دست شناسی) کے متعلق بات شروع ہو گئی۔ میں نے ان سے کہا کہ پامسٹری ہے تو گپ شپ، لیکن اس کے باوجود یہ ہو سکتا ہے کہ آدمی بڑے اچھے اندازے لگائے۔ اس نیت سے اگر تم مجھے ہاتھ دکھانا چاہتے ہو تو میں دیکھ لیتا ہوں۔ میں ایسے اندازے تمہیں بتاؤں گا کہ تم حیران ہو جاؤ گے اور یقین ہو جائے گا کہ بغیر لکیروں کے بھی انسان Features کو کسی حد تک پڑھ سکتا ہے۔ ایک صاحب تھے جو بعد میں بی بی سی کے ایک بڑے افسر بنے۔ انہوں نے اپنا ہاتھ دکھایا۔ میں

نے ان کا ہاتھ دیکھ کر کہا کہ آپ کی شادی شدہ زندگی نہایت تلخ گزرے گی۔ یہاں تک کہ بہت دکھوں میں آپ مبتلا رہیں گے۔ آپ کو پہلی تسکین جو نصیب ہوگی وہ تقریباً پچپن سال میں ہوگی۔ اس وقت تک آپ کی زندگی بڑی تلخ گزرے گی۔

ایک مدت کے بعد جب مَیں ۱۹۷۸ء میں لندن گیا۔ آصفہ بھی میرے ساتھ تھیں۔ غوری صاحب کے ہاں ہم ٹھہرے ہوئے تھے۔ میرے کسی دوست نے ان صاحب کو بتا دیا کہ مَیں لندن میں آیا ہوں۔ اس نے غوری صاحب سے بار بار پتہ کیا۔ غوری صاحب نے مجھے بتایا کہ ایک صاحب آپ سے ملنے کے بہت مشتاق ہیں۔ بار بار فون آرہے ہیں۔ بی بی سی میں ہیں۔ پہلے تو مجھے یاد نہیں تھا۔ پھر خیال آیا کہ وہی صاحب ہوں گے جنہوں نے مجھے اپنا ہاتھ دکھایا تھا۔ چنانچہ فون پر اُس سے بات ہوئی۔ وہ کہنے لگے آپ تو کہتے تھے کہ پامسٹری میں کچھ نہیں ہے، لیکن آپ نے جو میرے متعلق خبر دی تھی وہ تو سو فیصد سچی نکلی۔ بتائیں کس طرح پتہ لگایا تھا آپ نے؟ میں نے کہا، ہُوا کیا؟ کہنے لگے۔ وہی ہوا جو آپ نے کہا تھا۔ میں نے بڑی تلخ زندگی گزاری اور اب میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی ہے، مگر یہ بتائیں آپ نے کیسے اندازہ لگایا تھا؟ میں نے کہا بات یہ ہے کہ مَیں آپ کا مزاج سمجھتا تھا۔ آپ نہایت اچھی اور نفیس طبیعت کے آدمی ہیں، لیکن آپ جو گرل فرینڈ ساتھ لائے تھے، جس کے متعلق نظر آتا تھا کہ آپ اس کے ساتھ شادی کرنے والے ہیں، وہ ایک Crude قسم کی عورت تھی۔ اگرچہ وہ جسمانی لحاظ سے آپ کو Attract کر رہی تھی، لیکن دو تین باتوں سے اندازہ ہوگیا کہ وہ مزاجاً ساتھ چل ہی نہیں سکتی۔ چند دن کی لذتیں ہیں جو ختم ہو جائیں گی، لیکن پھر جب مزاج زندہ رہتا ہے یعنی رفاقت کا مزاج تو وہ اصل چیز ہے۔ جسمانی حسن تو کچھ عرصہ کے بعد ماند پڑ جاتا ہے۔ چنانچہ میں نے یہ اندازہ لگایا کہ جب یہ کشش ختم ہو جائے تو آپ جیسے نفیس آدمی کے لئے ایسی Crude عورت کے ساتھ رہنا جہنم بن جائے گا۔ مجھے یہ علم نہیں تھا کہ آپ پچپن سال کی عمر میں طلاق دے دیں گے۔ میں نے تو یہ اندازہ لگایا تھا کہ بوڑھے ہو کر آہستہ آہستہ چین آ ہی جائے گا۔ آپ گزارہ کر جائیں گے۔ انہوں نے کہا خیر یہ بات پھر طلاق کے ذریعہ پوری ہوئی ہے۔

یہ مَیں نے مثال اس لئے دی ہے کہ ایک اندازہ ہو جاتا ہے۔ کچھ ہاتھوں کی طرز انسان کا مزاج بتا دیتی ہے۔ بعض بیماریوں کے نتیجہ میں بعض ہاتھوں کی شکلیں بدل جاتی ہیں۔ جن سے بیماریوں کی تشخیص ہو جاتی ہے۔ مثلاً Lungs کمزور ہوں تو ہاتھ کی ایک خاص قسم کی شکل بن جاتی ہے۔ آنکھوں پر بھی بیماریوں کے اثر پیدا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ آج کل جرمنی میں باقاعدہ ایک سائنس Develope ہو رہی ہے جو ایلوپیتھی طریق علاج میں مدد دے رہی ہے۔ ڈاکٹر صرف آنکھوں کا رنگ دیکھتے ہیں اور بیماری کی تشخیص کر دیتے ہیں۔ یہ محض ذہانت ہے جو خبر دیتی ہے۔ لکیریں خواہ مخواہ بہانہ بنا ہوا ہے اور لوگوں کو بے وقوف بنا کر اسے پیسے بٹورنے کا ذریعہ بنایا ہوا ہے۔ اس سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

(مجالس عرفان صفحہ 131۔ شائع کردہ لجنہ اماء اللہ کراچی)

☆☆☆
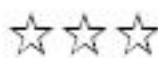
مختلف کھیلوں کا تعارف

(مکرم منصور احمد نورالدین صاحب)

فٹ بال Football

اس قسم کے کھیل کا ذکر بارھویں صدی عیسوی میں قدیم روم، یونان اور چین میں ملتا ہے۔ یہ کھیل ایک لمبا عرصہ تک غیر معروف رہا۔ سترھویں صدی عیسوی میں اس کو شہرت ملنی شروع ہوئی۔ جو فٹ بال آج کھیلا جاتا ہے اس طرح کا ایک کھیل جس کا ذکر تاریخ میں ملتا ہے اس کے بارہ میں کہا جاتا ہے کہ رومنز برطانیہ میں لائے، چارلس دوم نے اس کھیل کو کافی منظم کیا۔ اس کے بعد اس کھیل کی دلچسپی اور شہرت بڑھتی گئی۔

middle ages میں فٹ بال ایک جنگلی قسم کا کھیل تھا۔ اس کا طریق یہ ہوتا تھا کہ اس میں پورا گاؤں یا قصبہ دوسرے قریبی قصبہ سے میچ کھیلتا تھا اور اس میں کئی سو آدمی حصہ لیتے تھے۔ بال بھی آج کی بال سے بہت چھوٹا ہوتا تھا اور لکڑی کا بنا ہوا ہوتا تھا، جسے قصبہ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لیکر جانا ہوتا تھا اور اس دوران قصبہ یا گاؤں کے دروازے اور کھڑکیاں بند رکھی جاتی تھیں اور یہ تقریباً ہفتے میں دو مرتبہ کھیلا جاتا تھا۔ یورپ میں middle ages میں اس قسم کا کھیل عام تھا۔ 1863ء میں انگلینڈ میں فٹ بال ایسوسی ایشن بنی، جسے آج کل ایسوسی ایشن فٹ بال کہتے ہیں۔ اس نے فٹ بال کھیل کے قواعد وضوابط مرتب کئے۔ جن کے مطابق ایک فٹ بال ٹیم میں 11 کھلاڑی ہوتے ہیں۔ جن میں سے چار بیکر، چار سینٹر، دو فارورڈ اور ایک گول کیپر ہوتا ہے۔

رگبی Rugby

رگبی بھی فٹ بال کی ایک شاخ ہے۔ 1823ء میں انگلینڈ کے ایک قصبہ Rugby میں ایک سکول میں فٹ بال کھیلتے ہوئے ایک لڑکے نے جس کا نام William well Ellis تھا، بال اٹھا کر بھاگنا شروع کر دیا۔ اس طرح ایک نئی قسم کا کھیل متعارف ہوا، جسے Rugby کا نام دیا گیا۔ فٹ بال اور اس میں فرق یہ ہے کہ اس میں بال اٹھا کر بھاگنا ہوتا ہے جبکہ فٹ بال میں سوائے گول کیپر کے کسی کو بال پکڑنے کی اجازت نہیں ہوتی۔

اس میں جو بال استعمال ہوتی ہے اس کی شکل oval ہوتی ہے۔ اس میں ایک ٹیم میں 15 کھلاڑی ہوتے ہیں۔ جن میں سے آٹھ forwards ہوتے ہیں چار quarters back دو half backs اور ایک full back ہوتا ہے۔

والی بال Volleyball

اس کھیل میں 25 سے 27 انچ کا ہوا بھرا ہوا گیند استعمال ہوتا ہے جسے ہوا میں اچھال کر جال کے دوسری طرف اس طرح پھینکنا ہوتا ہے کہ بال زمین پر نہ لگے۔ یہ کھیل پہلی بار 1895ء میں یونائیٹڈ سٹیٹس میں ولیم جومورگن نے متعارف کروائی، جو ایک جسمانی انچارج تھا۔ یہ ایک انڈور گیم کے طور پر متعارف کروائی گئی۔ اصول پہلی مرتبہ 1897ء میں ترتیب دیے گئے اور 1916ء میں نیشنل اتھلیٹکس ایسوسی ایشن نے ان کو تسلیم کیا اور 1922ء میں پہلا قومی ٹورنامنٹ U.S.A میں کھیلا گیا۔

1928ء میں یونائیٹڈ والی بال ایسوسی ایشن بنی اور 1947ء میں انٹرنیشنل والی بال ایسوسی ایشن بنی۔ 1955ء میں اسے پین امریکن گیمز میں اور 1964ء میں اولمپک کھیلوں میں شامل کیا گیا۔

گراؤنڈ کی مکمل لمبائی 60 فٹ ہوتی ہے جو 30،30 فٹ کے دو حصوں میں منقسم ہوتا ہے۔ چوڑائی 30 فٹ ہوتی ہے

اور باہر ایک دو انچ موٹی آؤٹ لائن لگائی جاتی ہے جو کہ گراؤنڈ میں ہی شمار کی جاتی ہے۔ گراؤنڈ کے نصف یعنی 30 فٹ کے فاصلہ پر جال لگایا جاتا ہے جو کہ 3 فٹ چوڑا اور 32 فٹ لمبا ہوتا ہے اور مردوں کے لئے 8 فٹ اونچا ہوتا ہے، جبکہ عورتوں اور ہائی سکول کے بچوں کے لئے 7 فٹ اونچا ہوتا ہے۔ آؤٹ لائن کے ساتھ 6 فٹ جگہ ریفری اور کھلاڑی کی آزادانہ حرکت کے لئے چھوڑی جاتی ہے۔

اگر یہ گیم انڈور کھیلی جائے تو جال سے اوپر 20 فٹ کی جگہ بال کی حرکت کے لئے ہونی چاہیے۔ بال چمڑے کے 12 نرم ٹکڑوں سے 250 یا 280 گرام کا بنایا جاتا ہے اور اس میں اس قدر ہوا بھری جاتی ہے کہ اگر اسے ایک پختہ زمین پر 100 انچ کے فاصلہ سے چھوڑا جائے تو ردعمل کے طور پر وہ 60 یا 65 انچ اچھلے۔

ایک ٹیم 6 کھلاڑیوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ کھیل سروس کے بعد شروع ہوتا ہے اور سروس ایریا آؤٹ لائن کی دائیں جانب 10 فٹ کا فاصلہ ہوتا ہے۔ مخالف ٹیم کو بال وصول کرنے کے بعد 3 باریوں میں بال جال کے اس پار پھینکنا ہوتا ہے۔ ایک ٹیم اس وقت تک سروس کراتی رہے گی جب تک وہ کوئی فاؤل نہ کھیلے یا مخالف ٹیم کوئی نمبر نہ حاصل کر لے۔

ٹیبل ٹینس Table Tennis

انیسویں صدی کے قریب دنیا میں بہت سی ایسی کھیلیں تھیں جو لان ٹینس کے اصولوں کے مطابق کھیلی جاتی تھیں اور یہ تھیں Indoor یعنی کسی کمرے یا ہال میں۔ 1891ء میں اس کی جدید شکل کاک (Cork) کی بال اور Rectangular شکل کے بیٹ (Racket) کے ساتھ ٹیبل پر کھیلی جاتی رہی۔ پھر کچھ عرصہ بعد (Celluloid) جس سے پلاسٹک بنایا جاتا ہے سے تیار کردہ بال سے کھیلی جانے لگی اور کھیل کا نام Ping-Pang رکھا گیا۔ 1899ء سے 1904ء کے درمیان یہ گیم اتنی مشہور ہوگئی کہ انگلستان میں ایک Craze کی طرح کھیلی جانے لگی، لیکن 1921ء میں ہی اس کو سب سے مشکل اور تیز گیم سمجھا جانے لگا اور اس کو پہلی بار 1921ء میں ہی Table-Tennis کا نام دیا گیا۔ 1926ء میں باقاعدہ اس کے چیمپئن شپ مقابلہ جات شروع کرائے گئے جو عالمی سطح پر تھے۔

آج کی Table Tennis کے Table کی لمبائی 9 فٹ اور چوڑائی 5 فٹ ہوتی ہے اور اس کا نیٹ جو ٹیبل پر ہوتا ہے وہ 6 انچ اونچا ہوتا ہے۔ Racket لکڑی کا ہوتا ہے جس کے اوپر ربڑ کی چوڑی گولائی میں ایک ہتھی ہوتی ہے۔ ایک گیم کے 21 پوائنٹس ہوتے ہیں۔ ہر کھلاڑی کو 5 سروس مستقل کرانی ہوتی ہیں۔ ڈبل اور سنگل دونوں طرح کھیلی جاتی ہے۔ ڈبل کے لئے Table کے درمیان ایک لکیر کھینچی جاتی ہے اور ہر کھلاڑی کو باری باری ایک گیند اٹھانی ہوتی ہے۔

بیڈمنٹن Bed Minton

لان ٹینس کی طرز کی ایک کھیل ہے جس میں ریکٹ کی شکل قریباً وہی ہوتی ہے جو لان ٹینس میں استعمال ہوتا ہے مگر بال کی جگہ پروں سے بنائی ہوئی "شٹل کاک" استعمال ہوتی ہے۔

یہ کھیل 1873ء میں ایجاد ہوئی اور انڈیا سے انگلستان تک سفر طے کرتی ہوئی پوری دنیا میں مشہور ہوگئی۔

اس میں ریکٹ کا وزن کم و بیش 5 اونس ہوتا ہے اور اس کے کورٹ کی پیمائش 44/20 فٹ ہوتی ہے۔ نٹ (net) زمین سے تقریباً 5 فٹ تک بلند ہوتا ہے۔ سروس Underhand یعنی کمر سے نیچے ریکٹ رکھ کر کروائی جاتی ہے۔

1895ء میں انگلینڈ میں ایک ایسوسی ایشن بنائی گئی، جس میں اس کے اصول اور قاعدے تجویز کئے گئے۔

حوالہ جات: ۱۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ۲۔ بک آف نالج

غرباء سے حسن سلوک

(نبیل احمد ثاقب بسرا)

خدا تیرا خریدار ہے

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ زاہر بن حرام نامی ایک دیہاتی صحابی اکثر آنحضرت ﷺ کے لئے گاؤں کی چیزیں تحفہ کے طور پر لایا کرتے تھے اور آپؐ بھی اُن کی واپسی پر شہر کی کوئی نہ کوئی سوغات ضرور عنایت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپؐ نے فرمایا: ”زاہر ہمارے لئے دیہات ہے اور ہم اس کے لئے شہر ہیں“۔ حضورؐ کو حضرت زاہرؓ سے بے حد اُنس تھا۔ حضرت زاہرؓ کی ظاہری شکل وصورت اچھی نہ تھی۔ ایک دن وہ اپنا سودا بیچ رہے تھے کہ حضور ﷺ پیچھے سے آئے اور بےخبری میں اُن کی آنکھیں موند لیں۔ انہوں نے کہا کون ہے مجھے چھوڑ دو؟ مگر جب مڑ کر دیکھا تو آنحضرت ﷺ تھے جس پر وہ اپنی کمر حضورؐ کے سینہ مبارک پر ملنے لگے۔ آپؐ نے فرمایا: یہ غلام کون خریدے گا؟ حضرت زاہرؓ کہنے لگے یا رسول اللہ! تب تو آپ مجھے ناقص مال پائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا مگر اللہ کے نزدیک تم ناقص مال نہیں ہو۔ (شمائل ترمذی باب فی مزاح رسول اللہؐ)

اُف تک نہیں کہا

حضرت انسؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے دس سال حضورؐ کی خدمت کی توفیق ملی۔ جب میں حضورؐ کی خدمت میں آیا تو میں بچہ تھا اور میری ہر بات ایسی نہیں ہوتی تھی جیسے میرے صاحب یعنی آنحضرت ﷺ چاہتے تھے کہ ہو۔ لیکن حضورؐ نے مجھے کبھی اُف تک نہیں کہا اور کبھی نہیں کہا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا اور یہ کام کیوں نہیں کیا۔

حضرت انسؓ کہتے تھے کہ حسن اخلاق میں آنحضرت ﷺ تمام انسانوں سے بڑھ کر تھے۔ ایک دن تو ایسا ہوا کہ حضورؐ نے مجھے کسی کام جانے کے لئے کو کہا تو میں نے صاف جواب دیا کہ میں نہیں جاؤں گا حالانکہ میرے دل میں یہی تھا کہ وہ کام کرآؤں گا جو حضورؐ نے مجھے کہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ پھر میں گھر سے باہر آیا (اور حضورؐ کے کام کے لئے چل پڑا) لیکن راستہ میں میرا گذر کچھ بچوں کے پاس سے ہوا جو کھیل رہے تھے (میں بھی ان کے ساتھ کھیلنے لگا) اچانک وہاں حضورؐ تشریف لے آئے اور میری گدی کو پیچھے سے پکڑا میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا حضورؐ مسکرا رہے تھے۔ پھر مجھے فرمایا انیس (پیار سے نام لیا ہے) جہاں کام کے لئے بھیجا تھا وہاں چلے جاؤ۔ میں نے عرض کیا ہاں حضورؐ جاتا ہوں۔

(سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی الحلم)

رضاعی ماں کی خدمت

حضرت اسامہؓ بیان کرتے ہیں کہ:۔

آنحضرت ﷺ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ مکہ میں آئیں اور حضورؐ سے مل کر قحط اور مویشیوں کی ہلاکت کا ذکر کیا۔ حضور ﷺ نے حضرت خدیجہؓ سے مشورہ کیا اور رضاعی ماں کو چالیس بکریاں اور ایک اونٹ مال سے لدا ہوا دیا۔

(طبقات ابن سعد جلد اوّل صفحہ 113 بیروت ۔ 1960ء)

قسط سوم و آخر

حضرت مصلح موعود کے مباہلے

(مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب۔ نائب صدر اوّل)

شیخ عبدالرحمٰن مصری (نومبر ۱۹۳۷ء)

۱۹۱۴ء اور ۱۹۳۴ء کے فتنوں کی آگ ابھی سرد نہیں ہوئی تھی کہ ۱۹۳۷ء میں جماعت کی تاریخ میں ایک اور باب رقم ہوا اور اس فتنہ کی بنیاد شیخ عبدالرحمٰن مصری کے بدقسمت ہاتھوں سے رکھی گئی۔ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے ۱۹۰۵ء میں احمدیت قبول کی ۲۶ جولائی ۱۹۱۳ء کو حضرت مصلح موعود کی ذاتی جدوجہد اور آپ کی تحریک انصار اللہ کے خرچ پر حصول تعلیم کے لیے مصر بھیجے گئے۔ مصر کے قیام کے دوران آپ کا نظام جماعت کے ساتھ مکمل رابطہ رہا اور خلافت کی ہر طرح سے انہوں نے اطاعت کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے انتقال پر آپ نے فوری طور پر انشراح صدر کے ساتھ حضرت مصلح موعود کو بیعت کا خط لکھا۔

(یہ خط مع عکس کے تاریخ احمدیت جلد ۸ صفحہ ۲۵۸ پر موجود ہے)

۱۹۱۴ء سے ۱۹۳۵ء تک تو شیخ صاحب نبوت حضرت مسیح موعودؑ، مرکز قادیان کے شرف و تقدس اور خلافت ثانیہ کے موضوع پر تقاریر کرتے ہوئے نہیں تھکتے تھے مگر خدائی نوشتوں کے پورا ہونے کا وقت شاید قریب آ رہا تھا۔

حضرت مصلح موعود کو ۱۹۱۵ء میں شیخ صاحب کی آمد پر رویا کے ذریعہ بتایا گیا کہ "شیخ صاحب کا خیال رکھنا یہ مرتد ہو جائیں گے"۔ **(الفضل ۱۴ اگست ۱۹۶۴ء)**

مصری صاحب کی بدقسمتی کا آغاز اس طرح ہوا کہ آپ پر اچانک یہ راز کھولا گیا کہ "انبیاء اور مشائخ کی وفات کے بعد صرف پہلا خلیفہ ہی خدائی انتخاب ہوتا ہے باقی منتخب شدہ خلفاء آیت استخلاف کے ماتحت نہیں آتے اور متنازعہ فیہ خلافت پہلی خلافت نہیں ہے بلکہ دوسری خلافت ہے اور اس لئے یہ آیت استخلاف کے ماتحت نہیں آسکتی اور جب یہ خلافت آیت استخلاف کے ماتحت نہیں ہوئی تو اس کا انتخاب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔" **("کیا تمام خلیفے خدا ہی بناتا ہے" مولفہ عبدالرحمٰن مصری بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۸ صفحہ ۲۶۴)**

دراصل یہ خلافت کی عمارت کو مسمار کرنے کا ایک نیا حربہ تھا جو دشمن اپنی ناکامی اور ندامت کو چھپانے کے لئے کرنا چاہتا تھا۔

اسی نظریہ پر بنیاد رکھتے ہوئے شیخ صاحب نے حضور کی خدمت میں سب و شتم سے بھرے ہوئے تین خط پے درپے ۱۰، ۱۴ اور ۲۳ جون ۱۹۳۷ء کو تحریر کئے، جن میں یہ بھی تحریر کیا کہ میں جماعت سے تو نہیں البتہ آپ سے الگ ہوتا ہوں اور جماعت کو صحیح حالات سے آگاہ کرنا اور آپ کو معزول کرا کے نئے خلیفہ کا انتخاب کرانا اپنا فریضہ سمجھتا ہوں۔

مصری صاحب نے اپنی خود ساختہ امارت کا ڈھونگ رچاتے ہوئے فری میسنز کی طرز پر ایک خفیہ تنظیم بھی قائم کر لی، جو خلافت ثانیہ کے خلاف بھرپور انداز میں پروپیگنڈہ کرنے میں مصروف ہوگئی اور اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام (تذکرہ صفحہ ۴۱۱) کے پورا ہونے کا وقت بھی آگیا کہ:-

"فری میسنز مسلط نہیں کئے جائیں گے تا اس کو ہلاک کریں"۔

مصری صاحب نے حضور کے خلاف مقدمات بھی قائم کئے۔ ان کی حمایت میں دشمنان احمدیت خصوصاً غیر مبائعین کا گروہ پیش پیش تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح کی ذات بابرکات پر اور خلافت کے متعلق جو گھٹیا الزامات لگائے جا رہے تھے ہر چند کہ مناسب انداز میں اور ساتھ ساتھ ان کا جواب دیا جا رہا تھا لیکن جب وہ حد سے بڑھ گئے تو آخر کار حضرت مصلح موعود نے مؤکد بعذاب قسم اٹھا کر ان پر اتمام حجت کر دی اور انہیں دعوت دی کہ آؤ، اگر تم اپنے الزامات میں سچے ہو تو میدان

میں آ ؤ اور تم بھی قسم اُٹھا کر کہو کہ یہ سب سچ ہے۔

چنانچہ ۱۲ نومبر ۱۹۳۷ء کے خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا:-

''وہ مجھے کہتے ہیں کہ اگر وہ الزامات جو وہ مجھ پر لگاتے ہیں جھوٹے ہیں تو مَیں مؤکد بعذاب قسم کھاؤں حالانکہ مستریوں کے مقابلہ میں مَیں نے کہا تھا اور اب بھی کہتا ہوں کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ اس قسم کے امور کے لئے جن کے متعلق حدود مقرر ہیں اور گواہی کے خاص طریق بتائے گئے ہیں، قسموں وغیرہ کا مطالبہ کرنا جائز نہیں۔ ہاں جس پر الزام لگایا گیا ہو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسے اختیار ہے کہ جب وہ مناسب سمجھے الزام لگانے والے کو مباہلہ کا چیلنج دے۔ لیکن چونکہ وساوس و شبہات میں رہنے والا انسان خیال کرسکتا ہے کہ شاید مَیں نے قسم سے بچنے کے لئے اس قسم کا عقیدہ تراش لیا ہے۔ اس لئے...... میں کہتا ہوں کہ میں اُس خدائے قادر و توانا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے اور جس کی جھوٹی قسم کھا کر شدید لعنتوں کا انسان مورد بن جاتا ہے کہ میرا یہ یقین ہے کہ قرآن کریم کی اس بارہ میں وہ تعلیم ہے جو مَیں نے بیان کی ہے اور اگر مَیں اس بات میں جھوٹا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی مجھ پر لعنت ہو۔''

پھر اپنی خلافت کے متعلق آپ نے پوری تحدی کے ساتھ چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:-

''دیکھیں...... اسی قادر و توانا خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے...... کہ میرا یہ عقیدہ ہے کہ باوجود ایک سخت کمزور انسان ہونے کے مجھے خدا تعالیٰ نے خلیفہ بنایا ہے۔ اگر میں اس بیان میں جھوٹا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی مجھ پر لعنت ہو...... میں ابھی خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ چکا ہوں کہ میں اس کا قائم کردہ خلیفہ ہوں۔ وہ بھی ایسی ہی قسم لکھ کر شائع کردیں پھر خود بخود فیصلہ ہوجائے گا کہ کون حق پر ہے اور کون ناحق پر ہے۔ مَیں پہلے بھی کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں اور اب پھر اللہ تعالیٰ کی وعید لعنۃ اللہ علی الکاذبین کے ماتحت کہتا ہوں کہ مَیں اُس کا قائم کردہ خلیفہ ہوں۔''

(الفضل ۱۶ نومبر ۱۹۳۷ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۸ صفحہ ۲۷۵)

حضرت خلیفۃ المسیح کے اس پرشوکت ''اعلان مباہلہ'' کے بعد جو کہ مؤکد بعذاب قسم کی صورت میں تھا۔ مصری صاحب میں اتنی ہمت نہ ہوئی کہ اس کا جواب دیتے یا کچھ کہتے اور بالآخر ۱۹۴۰ء میں کھلم کھلا منکرین خلافت سے جا ملے۔

پہنچی وہاں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

اور ساتھ ہی یہ اعلان بھی کردیا کہ مسیح موعود علیہ السلام نبی نہیں تھے بلکہ محدثیت کے مقام پر تھے۔

زباں بگڑی جو بگڑی تھی خبر لیجے دہن بگڑا

مولوی محمد علی صاحب (جولائی ۱۹۴۴ء)

مولوی محمد علی صاحب (دسمبر ۱۸۷۶ء تا ۱۳/اکتوبر ۱۹۵۱ء) نے ۲۶ مئی ۱۹۴۴ء کو یہ الزام لگایا کہ ''خوب یاد رکھو قادیان والوں نے کلمہ طیبہ کو منسوخ کردیا ہے اس بارہ میں تمہارے دل میں شک نہیں ہونا چاہیے''۔ (''پیغام صلح'' لاہور ۲۶ مئی ۴۴ء)

حضرت مصلح موعود نے اس ظالمانہ حملہ کا نوٹس لینا ضروری سمجھا اور اس کے جواب میں ۲۳ جون کے خطبہ جمعہ میں مولوی محمد علی صاحب کو دعوت مباہلہ دی اور نہایت پرجلال الفاظ میں فرمایا:-

''یہ ایک ایسا اتہام ہے کہ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس سے بڑا جھوٹ بھی کوئی بول سکتا ہے۔ وہ قوم جو کلمہ طیبہ کی خدمت کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھتی ہو اس پر یہ الزام لگانا کہ وہ اُسے منسوخ قرار دیتی ہے اتنا بڑا ظلم ہے اور اتنی بڑی دشمنی ہے کہ ہماری اولادوں کو قتل کردینا بھی اس سے کم دشمنی ہے......

میں سمجھتا ہوں اب فیصلہ کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اگر مولوی صاحب میں تخم دیانت باقی ہے تو وہ اور ان کی جماعت ہمارے ساتھ اس بارہ میں مباہلہ کریں کہ آیا ہم کلمہ طیبہ کے منکر ہیں۔''

اس دعوت مباہلہ کے ساتھ ہی قبل از وقت فرمادیا کہ:-

"وہ کبھی اپنے آپ کو اور اپنے بیوی بچوں کو اس مقام پر کھڑا نہ کریں گے بلکہ اس عظیم الشان جھوٹ بولنے کے بعد بزدلوں کی طرح بہانوں سے اپنے آپ کو اور اپنی اولاد کو جھوٹوں کی سزا سے بچانے کی کوشش کریں گے۔ وہ وقتی طور پر بے شک بچ جائیں، لیکن اگر وہ اس اتہام سے باز نہ آئیں گے اور خدا تعالیٰ کی پھانسی سے بھاگنے کی کوشش کرتے رہیں گے تو ایک دن آئے گا کہ خواہ وہ اس پھانسی سے بھاگیں، پھانسی خود ان کے پاس جائے گی اور خدا تعالیٰ کی لعنت کذابوں کی طرح ان کا گلا گھونٹ کر رکھ دے گی اور وہ بھی اور اس افتراء میں شرکت کرنے والا ان کا ہر ساتھی خدا کی چکی میں پیس دیا جائے گا وہ اپنے افتراء کی لعنت کو اپنے صحنوں میں اترتے ہوئے دیکھیں گے اور کذابوں کی موت مریں گے"۔ **(خطبہ جمعہ ۲۳ جون ۱۹۴۴ء۔ الفضل ۷ جولائی ۱۹۴۴ء)**

مولوی محمد علی صاحب نے ہر اس فسادی کی حمایت کی جو سلسلہ خلافت کے خلاف کھڑا ہوا اور نظام خلافت میں خرابی پیدا کرنا چاہتا تھا، لیکن اگر آپ سلسلہ کی تاریخ پڑھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ مولوی صاحب اس دنیا سے رخصت نہیں ہوئے جب تک ان پر بھی وہ الزام نہیں لگایا گیا جو یہ سلسلہ پر لگاتے تھے اور یوں چاند پر تھوکا انہیں کے منہ پر آیا بلکہ ان کی بیگم صاحبہ نے تو یہاں تک لکھا کہ مولوی صاحب کی وفات ایسے الزامات کی وجہ سے ہوئی جو آپ پر لگائے گئے تھے اور قدرت کا عجیب حسرت ناک انتقام ہے کہ الزام لگانے والے بھی وہی لوگ تھے، جن کی حمایت خود مولوی صاحب کرتے رہے اور جو ان کے دست راست تھے۔

(۱)۔ تاریخ احمدیت جلد ۸۔ (۲) "حضرت امیر مرحوم کے دکھوں کی داستان" ناشر مولوی عبدالوہاب صاحب۔ (۳)۔ تلبیہ حق از قاضی محمد نذیر صاحب۔ (۴) "جماعت احمدیہ میں فتن کبیرہ اور ان کا عبرتناک انجام" مقالہ شاہد

اس سے قبل مصری صاحب کا ذکر آیا تھا، ان سے بھی قدرت نے یہ انتقام لیا کہ خود تو ذلیل ہوئے ہی تھے، لیکن ان کی زندگی میں ان کے بیٹوں پر وہ الزام لگے جو یہ دوسروں پر لگاتے تھے اور ذلت ان کی بھی ہوئی، اولاد کی بھی اور بہوؤں کی بھی، جس کی تفصیل میں جانا مناسب نہیں البتہ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

ا۔ "بدر" قادیان ۶ اگست ۱۹۶۴ء ۲۔ "الفرقان" مئی جون ۱۹۶۵ء

ان مباہلوں کی تفصیل سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ امام جماعت احمدیہ حضرت مصلح موعود کس طرح سچائی کی چٹان پر کھڑے تھے اور ایک شیر نر کی طرح دشمنوں کو للکارتے رہے مگر کسی کو نہ صرف قبول کرنے کی جرأت نہیں ہوئی بلکہ یکے بعد دیگرے عذاب الٰہی کا نشانہ بنتے رہے اور ان کی صفوں میں صف ماتم بچھتی رہی اور دوسری طرف جماعت احمدیہ خدا کے فضل اور رحمتوں کے سائے میں آگے ہی آگے بڑھتی رہی۔ یہ کیفیت ایک گہرا دکھ اور جلن دشمن کے سینہ میں پیدا کرتی رہی اور حسد کا پودا نشوونما پاتا رہا اور انہوں نے پینترے بدل بدل کر جھوٹے الزامات کا ایک طوفان کھڑا کر دیا اور جماعت کو ان کا جواب دینے کی ہر راہ پر پہرے بٹھا دیئے تب خدا کی طرف سے زمانہ کے امام کو پھر یہ حکم دیا گیا کہ وہ دشمن کو للکارے اور آسمان کی عدالت سے فیصلہ طلب کرے۔ سو وہی آواز جو پہلے مسیح موعود علیہ السلام کے مقدس ہونٹوں سے بلند ہوئی تھی اور پھر حضرت مصلح موعود کی زبان سے سارے ہندوستان میں گونجتی رہی۔

پھر یہی آواز حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زبان پر جاری کی گئی جس نے کل عالم کو للکارا اور اس کے نتیجے میں شمال سے جنوب تک اور مشرق سے مغرب تک خدا کی تائید اور نصرت جلوے دکھا رہی ہے اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے پہلے جماعت احمدیہ کی صداقت کے غیر معمولی نشان دکھائے تھے، اس زمانے میں بھی درخشندہ و تاباں نشان ظاہر فرما رہا ہے اور فرماتا رہے گا۔ (انشاء اللہ)

****

لیکچر لاہور

(مکرم عبدالحق بدر صاحب)

اس ماہ خدام کے نصاب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "لیکچر لاہور" ہے۔ یہ لیکچر 3 ستمبر 1904ء کو لاہور کے ایک جلسہ میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے پڑھا۔ اس لیکچر کا دوسرا نام "اسلام اور اس ملک کے دوسرے مذاہب" ہے۔ یہ لیکچر روحانی خزائن جلد نمبر 20 میں شامل ہے۔

مضامین

اس لیکچر میں حضورؑ نے دین حق، ہندو مذہب اور عیسائیت کی تعلیمات کا موازنہ پیش فرما کر دین حق کی تعلیمات کی برتری ثابت فرمائی ہے۔ آریوں کے عقیدہ تناسخ اور عیسائیوں کے عقیدہ جہنم کے دائمی ہونے کا ردّ فرما کر حضور نے دین حق کے محاسن کو نہایت خوبصورت انداز میں پیش فرمایا ہے۔ آپ نے بیان فرمایا کہ مذہب کے دو حصے ہوتے ہیں۔ عقائد اور اعمال۔ عقائد میں سے بنیادی عقیدہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا عقیدہ ہے۔ حضورؑ نے دین حق کا یہ بنیادی عقیدہ پیش فرما کر عیسائیت کی پیش کردہ تثلیث اور ویدوں کے عقیدہ روح و مادہ کے ازلی اور غیر مخلوق ہونے کی تردید فرمائی ہے۔ اعمال کے متعلق قرآن کریم کی آیت اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی کو جامع قرار دیتے ہوئے حضورؑ نے حقوق العباد کے تین مراتب بیان فرمائے ہیں اور بتایا ہے کہ یہ تعلیم دوسرے مذاہب میں نہیں ہے۔ حضورؑ نے دنیا میں گناہ کی کثرت کی وجہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:-

"آج کل دنیا میں گناہ کی کثرت بوجہ کمی معرفت ہے اور سچے مذہب کی نشانیوں میں سے یہ ایک عظیم الشان نشانی ہے کہ خدا تعالیٰ کی معرفت اور اس کی پہچان کے وسائل بہت سے اس میں موجود ہوں تا انسان گناہ سے رک سکے اور تا وہ خدا تعالیٰ کے حسن و جمال پر اطلاع پا کر کامل محبت اور عشق کا حصہ لیوے اور تا وہ قطع تعلق کی حالت کو جہنم سے زیادہ سمجھے۔ یہ سچی بات ہے کہ گناہ سے بچنا اور خدا تعالیٰ کی محبت میں محو ہو جانا انسان کے لئے ایک عظیم الشان مقصود ہے اور یہی وہ راحت حقیقی ہے جس کو ہم بہشتی زندگی سے تعبیر کر سکتے ہیں"۔ **(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 148-149)**

اس لیکچر کا اختتام اس دعویٰ پر ہوا کہ میری پیشگوئیوں کا یہ حال ہے کہ اگر کوئی صبر اور صدق سے سننے والا ہو تو ایک لاکھ سے بھی زیادہ پیشگوئیاں اور نشان میری تائید میں ظاہر کئے گئے ہیں۔ میں امید رکھتا ہوں اور یقین کامل سے کہتا ہوں کہ اگر کوئی شخص چالیس روز بھی میرے پاس رہے تو کوئی نشان دیکھ لے گا"۔ **(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 198)**

کتاب میں مذکور مشکل الفاظ کے معانی

الفاظ	معانی
مجدّد	تجدید کرنے والا۔ پرانے کو نیا کرنے والا
مفقود	غائب۔ کھویا ہوا
فروتنی	عاجزی۔ مسکینی
مبرّا	پاک۔ بے عیب
احتراق	جل جانے کی کیفیت
پیراہن	پوشاک۔ لباس
سفلی زندگی	کمینگی کی زندگی
ناحق	بے وجہ۔ بے سبب
اندوختہ	جمع کیا ہوا۔ پس انداز
کل جُگ	وہ زمانہ جس میں فساد و گناہوں کی کثرت ہو
تلاطم	موجوں کا زور۔ طغیانی

(فیروز اللغات)

VVVVVVVVVVVV

نہیں کھیل اے داغؔ! یاروں سے کہدو! کہ آتی ہے اُردو زباں آتے آتے

اُردو زبان کے غیر معمولی ارتقا کا تذکرہ

(مکرم محمد یعقوب امجد صاحب۔ کھاریاں)

زیر نظر مضمون میں اُردو زبان کے دو پہلوؤں کا تذکرہ ہوگا۔ ایک یہ کہ اُردو کو چند ہی صدیوں میں غیر معمولی ارتقا کس طرح حاصل ہوا اور دوسرے یہ کہ اُردو کا تلفظ اہمیت کیوں رکھتا ہے؟

برصغیر پاک و ہند میں ایک سو سے زیادہ زبانیں بولی جاتی ہیں۔ ان سب کی عمریں اُردو زبان سے طویل ہیں، مگر کم سن ہونے کے باوجود جو غیر معمولی ارتقا اُردو زبان کے حصے میں آیا ہے وہ کسی سن رسیدہ زبان کے حصے میں بھی نہیں آیا۔ تقسیم برصغیر کے بعد اُردو پاکستان کی قومی زبان قرار پائی کہ اس نے جد وجہد آزادی میں مسلمانوں کا بھرپور ساتھ دیا تھا۔ جبکہ بھارت نے ہندی کو اپنی قومی زبان کا درجہ دیا۔ درجہ ہی نہیں دیا بلکہ اُسے سرکاری طور پر رائج کرنے کے لیے باقاعدہ احکام بھی جاری کیے۔ اِدھر پاکستان میں جناب قائداعظم نے ۱۹۴۸ء میں ہی واشگاف الفاظ میں اعلان فرمایا:۔

"پاکستان کی سرکاری زبان اُردو ہوگی اور صرف اُردو اور اُردو کے سوا اور کوئی زبان نہیں، جو کوئی آپ کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ پاکستان کا دشمن ہے۔ ایک مشترکہ سرکاری زبان کے بغیر کوئی قوم باہم متحد نہیں ہوسکتی اور نہ کوئی کام کر سکتی ہے۔ دوسرے ملکوں کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجیے۔ پس جہاں تک پاکستان کی سرکاری زبان کا تعلق ہے وہ اُردو ہی ہوگی"۔

(خطاب جلسہ عام ڈھاکہ ۲۱ مارچ ۱۹۴۸ء)

افسوس! کہ قائداعظم ۱۱ ستمبر ۴۸ء کو اللہ کو پیارے ہوگئے جبکہ پاکستان ابھی ایک نوزائیدہ بچہ تھا۔ ابھی آئین سے بھی محروم تھا۔ اس کے بعد پاکستان پر جو کچھ گزری وہ ایک طویل اور دلخراش داستان ہے۔ چونکہ یہ موضوع خالصۃً اُردو زبان سے متعلق ہے، اس لیے اس کے حوالہ سے اتنا ہی لکھا جائے گا کہ کسی حکمران نے قومی زبان کے نفاذ کے لیے کوئی حکمنامہ جاری نہ کیا۔ حتیٰ کہ ۱۹۵۸ء کا مارشل لاء آپہنچا۔ اس دور میں بعض اصلاحات کا اعلان ہوا۔ بعض موقع پرستوں نے صدر مملکت کو "اُردو زبان" کے بارے میں یہ مشورہ دیا کہ اُردو کو بنگالی، سندھی، بلوچی اور پشتو الفاظ کا ذخیرہ دے کر ایک زبان بنام: پاکستانی، بنا کر رومن رسم الخط میں بدل دیا جائے۔ یہ سارا پروگرام اس وقت کے اُردو اور انگریزی اخباروں میں مشتہر ہوا تھا۔ اس کام کے لیے ایک سینئر سول افسر مشیر تھے، مگر صدر مملکت کو دانشوروں کے احتجاج پر اس پروگرام کو ختم کرنا پڑا۔ اس واقعہ کی تصدیق کے لیے ہم اس دور کے بزرگ اور نامور ادیب محترم مولانا صلاح الدین احمد، مدیر "ادبی دنیا" کے ایک مقالے کا حوالہ پیش کرتے ہیں، جو مولانا موصوف نے "ہماری قومی زبان اور اس کا رسم الخط" کے عنوان سے پنجاب یونیورسٹی سینٹ ہال میں ۲۲ مارچ ۱۹۶۱ء کو پڑھا تھا:۔

"اب آخر پر میں جناب صدر مملکت کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ انھوں نے اپنے دوسرے بیان میں یہ فرما کر کہ "میں آخر ایک سپاہی ہوں، زبان و رسم الخط کے رموز کو نہیں سمجھ سکتا"۔ . . . ایک قابل قدر بات کہی ہے۔۔۔۔ ہمارے

صدر نے بھی رومن کے بارے میں اب یہی طرزِ بیان اختیار کیا ہے اور یہ ایک نہایت مبارک بات ہے ...... اس بارے میں کوئی زبردستی کی گئی، تو میں نہایت ادب کے ساتھ انہیں یقین دلاتا ہوں کہ ہمارے جیتے جی ایسا نہیں ہو سکے گا۔ ہم اپنی زبان کے مفاد میں قرآن کریم کا رسم الخط برقرار رکھنا اور اسی سے حیاتِ ملی کی تمام سعادتیں، تمام برکات اور تمام فتوحات حاصل کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں اور اگر ہم سے یہ حق چھینا گیا، تو اس کی بازیابی کی غرض سے ہم بڑی سے بڑی قربانی کے لیے ہر وقت آمادہ و تیار ہیں"۔ **(اردو دنیا شمارہ ۲، اپریل، مئی، جون ۱۹۶۱ء)**

اس مرحلے کے بعد بھی اُردو اپنی ڈگر پر رواں دواں رہی اور "محبانِ اُردو" اسے اپنے اسلاف کا تہذیبی ورثہ سمجھ کر اس کی آبیاری کرتے رہے۔ حیرت کی بات ہے کہ ٹھیک دس سال بعد ایک سائنس دان نے، جو بزعم خویش دانشور بھی کہلاتا تھا، "رومن رسم الخط" کے دبے مردے کو اُکھاڑا اور اس وقت کے صدر مملکت کو یہ مشورہ دیا کہ وہ "اتاترک" بن کر رومن رسم الخط اختیار کرنے کا فیصلہ کریں اور اس کام کے لیے فوری طور پر ماہرین کی ایک کمیٹی مقرر کریں۔

(روزنامہ جنگ، راولپنڈی ۱۷/اپریل ۷۱ء بحوالہ پاکستان ٹائمز ۱۷/اپریل ۷۱ء)

آفرین! صد آفرین! کہ ان دشواریوں سے گذرتی ہوئی "قومی زبان" اپنے غیر معمولی ارتقا کی طرف بڑھتی رہی اور بڑھتی ہوئی علمی و ادبی اور فنی صلاحیتوں کو اپنے اندر سموتی رہی۔ اچانک نومبر ۱۹۹۲ء میں روزنامہ "جنگ"، لاہور کے توسط سے یہ خبر ملی کہ "قومی زبان کمیشن" نے اُردو کے آٹھ حروف تہجی منسوخ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ خاکسار نے حضرت مولانا صلاح الدین احمد صاحب کے مذکورہ مقالے کا حوالہ دیتے ہوئے ایک خط محترم ایڈیٹر صاحب روزنامہ "جنگ"، لاہور کی خدمت میں لکھا۔ خدا انھیں خوش رکھے کہ انھوں نے اس خط کو جلی عنوان دے کر ادارتی صفحے پر چھاپ کر اُردو زبان اور اس خاکسار پر احسان کیا۔ اس کے ساتھ ہی یکم دسمبر ۱۹۹۲ء کو "مقتدرہ قومی زبان"، اسلام آباد نے مذکورہ خبر کی تردید کردی۔

قومی زبان کے ساتھ جو کچھ گذر رہی ہے حکمران اس سے ناآشنا نہیں ہیں۔ ۱۹۷۳ء کے آئین میں یہ واضح طور پر لکھا گیا ہے کہ موجودہ دستور میں اُردو کو واحد قومی زبان قرار دیا گیا ہے اور اسے آئندہ ۱۵ برسوں میں سرکاری زبان بنانے کے لیے انتظام کیے جائیں گے۔ (آئین پاکستان، ۱۹۷۳ء) یہ آئین تمام سیاسی جماعتوں نے اتفاق سے منظور کیا تھا۔ آج ۲۰۰۲ء بھی گزر گیا ہے، مگر ربع صدی سے زائد گذرنے کے باوجود کسی قومی نمائندے نے کسی قومی پلیٹ فارم سے اُردو کے حق کے لیے آواز بلند کرنے کی توفیق نہیں پائی۔ اس بے اعتنائی و بے التفاتی کے باوجود اُردو زندہ ہے اور وہ غیر معمولی ارتقا پا رہی ہے۔ آخر اس کا کیا سبب ہے؟ اے دانشورو! اے اُردو کے سرپرستو! آخر یہ بے حسی کب تک؟ کیوں نہیں آپ اُردو کی فریاد کو ایوان زیریں اور ایوان بالا تک پہنچاتے۔ آخر یہ تساہل کب تک رہے گا؟ اس اپیل کے ساتھ ہی خاکسار دانشوروں کے التفاتِ خصوصی کے لیے بعض بزرگوں کے وہ حوالے یہاں پیش کرتا ہے، جن کی وجہ سے اُردو اپنے غیر معمولی ارتقا کو پا رہی ہے۔ باوجودیکہ حکمران اس کی طرف سے بے رُخی کا طریق اختیار کیے ہوئے ہیں۔

متعدد دانشور اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہیں کہ اُردو زبان کا غیر معمولی ارتقا و نفاذ طبعی و قدرتی ہے۔ کیونکہ پاکستان کی سرکاری زبان کا ری اعلان ہونے کے باوجود آج تک کسی حکمران کو یہ توفیق نہیں ملی کہ وہ عملی طور پر اس کی طرف متوجہ ہوتا۔ میری ناقص رائے میں اس کی سرپرستی وہ "مشیت

ایزدی" کر رہی ہے، جس کے اشارے پر مسلمان سرزمین ہند میں وارد ہوئے۔ یہاں تک کہ وہ دور آ پہنچا جب کہ مغلیہ خاندان شمالی جانب سے وارد ہو کر یہاں حکمرانی کے قابل ہوا۔ یہ ظہیر الدین بابر ایسا جفاکش، بہادر اور مستحکم ارادے کا مالک انسان تھا۔ یہ خاندان کئی سو سال یہاں حکمران رہا۔ اگرچہ اس خاندان کی زبان ترکی و فارسی تھی، مگر جب مقامی باشندوں سے میل جول بڑھا، تو اندر ہی اندر "اُردو" کا خمیر تیار ہونے لگا۔ کسی کے خواب و خیال میں بھی یہ نہیں آیا تھا کہ ایک دن اُردو زبان حکمرانوں کی زبان فارسی اور دیگر تمام مقامی زبانوں کو پچھاڑ کر میدان مار لے گی اور وہ دن بھی آئیں گے کہ جب فارسی کو دربار و سرکار سے رخصت کر کے اُردو اس کی جگہ لے لے گی۔ چنانچہ: ۱۸۳۲ء میں بجائے فارسی کے اُردو سرکاری دفاتر کی زبان قرار دی گئی، جس سے اس کا پایۂ اعتبار اور بلند ہوا اور عدالتی دفاتر کی نئی نئی اصطلاحات کے شمول سے اس کے لغات اور معلومات میں بہت کچھ اضافہ ہوا"۔

(تاریخ ادب اُردو از رام بابو سکسینہ صفحہ ۳)

آج اس واقعہ پر ۱۷۰ سال گذر چکے ہیں اور اُردو زبان "محبانِ اُردو" کے طفیل اب ساتوں براعظموں سے متعارف ہو چکی ہے، جبکہ حکومت پاکستان کو عملی طور پر اس کی سرپرستی نصیب نہیں ہوئی۔ پس اُردو کے اس غیر معمولی ارتقا کو اگر "مشیّت ایزدی" نہ کہا جائے، تو کیا کہا جائے؟ مولانا حالی نے ایک صدی پہلے اُردو زبان کے مقام و مرتبہ کو اپنی معروف تصنیف "مقدمہ شعر و شاعری" میں ان الفاظ میں تحریر فرمایا ہے:-

"چونکہ اُردو زبان ہندوستان کی اور تمام زندہ زبانوں کی نسبت بالاتفاق زیادہ وسیع اور خیالات ادا کرنے کے زیادہ لائق ہے۔ تمام اطراف ہندوستان میں عموماً بولی اور سمجھی جاسکتی ہے اور اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ اسی کو ہندوستان کی قومی زبان بنایا جائے اور جہاں تک ممکن ہو اسی کو ترقی دی جائے۔ نیز اس کا حاصل کرنا اور اس میں کافی مہارت بہم پہنچانی ہندوستان کے باشندوں کو اتنی دشوار نہیں ہے جتنی کہ اور غیر مادری زبانوں میں دشوار ہوتی ہے"۔ **(صفحہ ۱۴۳)**

آج اگرچہ ہندوستان کی سرکاری زبان ہندی ہے اور اس کی سرپرستی بھی ہو رہی ہے، مگر اس کے باوجود ہندوستان کے اخبارات و رسائل، ذرائع ابلاغ اور تصنیفات و تالیفات کا جائزہ لیا جائے تو اُردو ہی ارتقا پذیر دکھائی دیتی ہے۔ گویا برصغیر پاک و ہند میں اُردو اپنے مقام و مرتبہ کے لحاظ سے مولانا حالی کے مندرجہ بالا قول کی مؤید مصدق ہے۔ اے کاش! پاکستان میں عملی طور پر اس کو سرپرستی حاصل ہوتی، تو وہ "مشیّت ایزدی"، جو اندر ہی اندر اُردو کی سرپرستی کر رہی ہے، پاکستان کی آبادی بھی اس کے فیض عام سے حصہ پاتی ہے۔

ہمارے دانشوروں میں ایک طبقہ ایسا ہے، جو "مشیّت ایزدی" کے اشارے کو خوب سمجھتا ہے۔ اس کی نظر میں اُردو کا غیر معمولی ارتقا پانا بے مقصد نہیں ہے۔ اپنی اس بات کی تائید میں خاکسار دورِ حاضر کے ایک نامور دانشور اور نقاد جناب پروفیسر جیلانی کامران، تمغۂ امتیاز کی رائے نقل کرتا ہے:-

"اُردو نے ایک نو عمر عالمی زبان کے طور پر اپنا تہذیبی اور ادبی مقام حاصل کیا ہے۔ اُردو زبان اور اُردو ادب کے سلسلے میں یونیورسٹی کی سطح پر دنیا کے مختلف علاقوں میں کام ہو رہا ہے اور رسائل و اخبار بھی شائع ہو رہے ہیں۔ اسی ضمن میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جتنے لوگ اُردو جانتے اور بولتے ہیں وہ برطانیہ کی انگریز آبادی سے کئی گنا زیادہ ہیں۔ ایسی کیفیت

کسی زبان کے علمی، فکری اور تخلیقی رتبے اور اعتماد سے رونما ہوتی ہے اور غالباً جس وقت انگریزی نے اپنے ملک کے ساحل سے باہر قدم رکھا تھا، اُس وقت انگریزی بولنے والے تعداد میں اتنے نہیں تھے، جتنے اُردو زبان کے عہد حاضر میں ہیں۔ قوموں کی تاریخ میں زبانوں کے ارتقا کا ایسا منظر خوش قسمتی کی علامت بھی ہے اور اگر اسے مذہبی فلسفے کی روشنی میں دیکھا جائے، تو بخوبی احساس ہوتا ہے کہ غالباً ''مشیت ایزدی'' نے عہد حاضر میں اُردو زبان کو کسی خاص مقصد اور ذمہ داری کے لیے چن لیا ہے۔ کیونکہ زبانوں کے ارتقا اور ابھرتے عروج کو کسی اور طریقے سے نہ تو واضح کیا جاسکتا ہے اور نہ کسی اور حوالے سے اس کی وضاحت بھی ممکن ہے''۔

(انگریزی زبان اور ادب کی تدریس میں قومی زبان کا کردار ۳۲۳،۳۲۵)

جناب پروفیسر جیلانی کامران نے اپنے مذکورہ اقتباس میں اُردو زبان کے لیے جس ''مشیتِ ایزدی'' کی طرف بلیغ اشارہ فرمایا ہے۔ اس کی سند کے طور پر حضرت خواجہ میر دردؒ کا ایک حوالہ یہاں درج کیا جاتا ہے، جو نہایت فکر انگیز بھی ہے اور ''مشیتِ ایزدی'' کا مفسر بھی:-

''اے اُردو! گھبرانا نہیں۔ تُو فقیروں کا لگایا ہوا پودا ہے۔ خوب پھلے پھولے گی۔ تُو پروان چڑھے گی۔ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ قرآن وحدیث تیری آغوش میں آکر آرام کریں گے۔ بادشاہی قانون اور حکیموں کی طبابت تجھ میں آجائے گی اور تُو سارے ہندوستان کی زبان مانی جائے گی''۔ (مجالس درد صفحہ ۱۵۳)

یہ ''مشیتِ ایزدی'' اس دور میں جس حُسن وخوبی سے پوری ہورہی ہے وہ اگرچہ اب مزید تشریح کی محتاج نہیں ہے، مگر اُردو زبان کا تقاضا ہے کہ وہ ''مشیتِ ایزدی'' جو چودہ سو سال پیشتر آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق ایک ''رجُلِ فارس'' سے وابستہ کی گئی تھی، اسے بھی اُردو کی جھولی میں ڈالا جائے۔ دیکھیے کتنے نمایاں انداز میں اُردو زبان کا تذکرہ ہورہا ہے:-

''اس وقت حسب منطوق آیت: وَاٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ (سورۃ جمعہ) ..... آنحضرت ﷺ کے دوسرے بعث کی ضرورت ہوئی اور ان تمام خادموں نے، جو ریل اور تار اور اگن بوٹ اور مطابع اور احسن انتظام ڈاک اور باہمی زبانوں کا علم اور خاص کر ملک ہند میں اردو نے، جو ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک زبان مشترک ہوگئی تھی، آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بزبان حال یہ درخواست کی کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم تمام خدام حاضر ہیں اور فرض اشاعت پورا کرنے کے لیے بدل وجان سرگرم ہیں۔ آپ تشریف لائیے اور اس فرض کو پورا کیجیے''۔ (تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۶۲،۲۶۳)

یہ ''مشیتِ ایزدی'' ہے، جس کے لیے اُردو زبان کو تیار کیا گیا ہے اور بغیر کسی سرکاری سہارے کے اب یہ اتنی توانا ہوچکی اور اس کا پھیلاؤ عالمی سطح تک اتنا وسیع ہوچکا ہے کہ اپنے اور پرائے سبھی تسلیم کرتے ہیں کہ اُردو نے غیر معمولی تیزی کے ساتھ جو ارتقا پایا ہے، اس میں یقیناً ''مشیتِ ایزدی'' کا دخل ہے۔ گذشتہ ایک دو سالوں میں بی۔ بی۔ سی کی معرفت دو پروگرام: ''اُردو وقت کی کسوٹی پر'' اور ''اُردو مغرب میں'' سننے کو ملے۔ ان پروگراموں سے تاثر ملا کہ اُردو زبان، جس انداز میں بین الاقوامی سطح پر پھیل رہی ہے، اب وہ روکنے سے رک نہیں سکتی کہ اب وہ ''مشیتِ ایزدی'' کے سائے میں ایم۔ ٹی۔ اے کے توسط سے شب وروز دنیا کے کناروں تک باریابی پارہی ہے اور خصوصاً ہفتے میں تین بار جمعے کے خطبے کے معارف کے ذریعے اور دوون قرآنی معارف ونکات، جو امام وقت ایدہ اللہ بیان فرماتے ہیں، ان کے طفیل اُردو زبان خوب

مالا مال ہو رہی ہے۔ یہ ہے وہ "مشیّت ایزدی"، جسے ہم اوپر خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ اور "رجُل فارس" کے الفاظ میں نقل کر چکے ہیں۔ اس لیے ہم کھلے دل سے اُردو کی حمایت کے لیے حکومت وقت سے ۱۹۷۳ء کے آئین کی روشنی میں یہ گذارش کرتے ہیں کہ وہ بھی اُردو کی سرپرستی کو قبول کر کے اس کارِ خیر میں شامل ہو جائے۔ اپنے اس مطالبے کی تائید میں خاکسار فاضل دوراں ڈاکٹر فرمان فتح پوری، ستارۂ امتیاز کا ایک تازہ ترین اقتباس ان کے معروف جریدے "نگار" سے نقل کرتا ہے۔ وہ تحریر کرتے ہیں:۔

"اُردو پاکستان کی قومی زبان بھی ہے اور سرکاری زبان بھی، لیکن صرف کاغذ پر۔ عملاً اُسے بحیثیت قومی زبان یا سرکاری زبان ابھی تک اپنایا نہیں گیا لیکن اس کی ترقی کی رفتار میں کمی نہیں آئی۔ کسی خارجی مدد کے بغیر ہر قدم آگے بڑھاتے چلی جارہی ہے اور دنیا کی بڑی زبانوں کی صف میں شامل ہوگئی ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ جواب یہ ہے کہ اُردو اپنے اندر بالذات ایسی کشش اور ایسی جاذبیت رکھتی ہے، جو دوسروں کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور اسے اپنا لینے پر مجبور کرتی ہے۔ تبھی تو، ہر علاقے کے لوگ اس بات کے مدعی ہیں کہ اُردو ان کے علاقے کی زبان ہے"۔

(نگار پاکستان، شمارہ اکتوبر ۹۸ء صفحہ ۲)

تاریخ بتاتی ہے کہ اُردو کا شاہجہانی دور ہو کہ انگریزوں کا زمانہ، تحریک آزادی کا مرحلہ ہو یا آزادی پانے کے بعد پاکستان کا سوئے منزل چلنا ہو۔ یہ سب دور قدم قدم پر اُردو کی ضرورت کو محسوس کرتے چلے آئے ہیں۔ مگر ایک وہ بھی دور تھا جب اُردو زبان کو علمی و اَدبی زبان بنانے کے لیے ہمارے شعراء و اُدباء غیر محسوس طور پر جہاد کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک عظیم بزرگ صوفی شاعر حضرت خواجہ میر درد دہلوی نے بے ساختہ فرمایا:۔

"اے اُردو! گھبرانا نہیں۔ تُو فقیروں کا لگایا ہوا پودا ہے۔ خوب پھلے پھولے گی۔ تُو پروان چڑھے گی۔ ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ قرآن وحدیث تیری آغوش میں آکر آرام کریں گے۔ بادشاہی قانون اور حکیموں کی طبابت تجھ میں آجائے گی اور تُو سارے ہندوستان کی زبان مانی جائے گی"۔

(نکاتِ درد صفحہ ۱۵۳، از فراق دہلوی)

خدا ہی جانتا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب نے کس وقتِ سعید میں اپنی اس آواز کو اٹھایا تھا کہ بارگاہِ ربّ العزت میں قبولیت پاگئی اور کشاں کشاں اُردو اس دور میں داخل ہوگئی کہ جب زبانوں کے منبع حقیقی یعنی خالقِ کائنات کی طرف سے اُردو کے ماتھے پر الہام کا جھومر سجایا گیا۔ یعنی اللہ نے مسیح دوراں کے ساتھ ہمکلام ہونے کیلئے اُردو زبان کا انتخاب فرمایا۔ میرے نزدیک اُردو کو ترقی عطا کرنے اور قدم بقدم آگے بڑھانے کی یہ بھی ایک اہم ضرورت تھی۔

یاد رہے کہ اُردو اپنے آغاز سے لے کر آج تک مسلسل تغیر و تبدل سے گذرتی ہوئی اپنی موجودہ منزل تک پہنچی ہے۔ فلسفۂ زبان کے ماہرین اور دانشور یہ کہتے ہیں کہ جو زبانیں تبدیلیوں کو قبول کرتی چلی جاتی ہیں وہی زندہ رہتی ہیں۔ اس رائے کو قبول کرنے کے ساتھ ساتھ، زبان کو معیارِ فصاحت پر قائم رکھنے کے لئے، بزرگوں نے جو خدمات سرانجام دی ہیں وہ آج بھی ہمیں نشانِ راہ عطا کرتی ہیں کہ ہم بھی اپنے دور میں اُردو زبان کی خوشگوار تبدیلیوں کو قبول کرتے ہوئے اُسے سنوارنے اور نکھارنے کا عمل جاری رکھیں۔ اس لیے کہ اہل فکر ونظر اگر اس پہلو سے آنکھ بند کرلیں، تو زبان کی تبدیلیوں کے دور میں، زبان کی علمی و ادبی ساکھ کمزور پڑ جاتی ہے۔ اس حوالے سے ہم اُردو زبان کے تلفظ کے متعلق کچھ بیان کریں گے۔ تاکہ اُردو زبان کا ظاہری حسن بھی قائم رہے۔ زبان کا تلفظ ہر خطاب کرنے والے کا سامع پر پہلا تاثر چھوڑتا ہے۔ اس لیے اس کی اہمیت سے انکار نہیں

کیا جاسکتا ہے۔ بعض اوقات، تو زیر کو زبر سے بدل دینے سے معنی زیر و زبر ہو جاتے ہیں۔ مثلاً: "رِدا" کو "رَدا" پڑھنا یا شِفا کو شَفا بولنا یا مِسل کو مَسل کہنا وغیرہ۔ زبان کے تلفظ کی اہمیت کے بارے میں کسی نے شیخ سعدی علیہ الرحمہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا:-

"بہ گفتار کہ دندانِ پیشیں شکست" یعنی یوں سمجھیے کہ اس کے سامنے دانت ٹوٹے ہوئے ہیں۔ گویا حضرتِ سعدی علیہ الرحمہ نے نہایت خوبصورت انداز میں تلفظ کی درستی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ یاد رہے کہ ہر صاحب ذوق کو چاہیے کہ وہ سنی سنائی باتوں کو پرکھنے اور جانچنے کے لیے بچشم خود مطالعے کی عادت ڈالے۔ ان شاء اللہ اس انداز کو اختیار کرنے سے ایک حد تک آپ ہی آپ اصلاح ہوتی چلی جائے گی۔ اس ناچیز کے نزدیک تلفظ کی درستی کے دو طریق ہیں:-

(۱) مشکوک الفاظ کے تلفظ کی درستی کے لیے کوئی مستند لغت زیر نظر رکھیں۔

(۲) اگر مستند لغت میسر نہ ہو تو کسی مستند استاد سے مشورہ کیا جائے۔

امید ہے کہ ان راہوں میں سے کسی ایک راہ کو اپنا کر آپ اپنے گوہر مقصود کو پالیں گے۔

اعلانِ ولادت

مکرم اقبال احمد زبیر صاحب کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے مورخہ 9 فروری 2003ء کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ نومولود مکرم کنور مطلوب احمد صاحب کا پوتا اور مکرم چوہدری بشارت احمد صاحب بقاپوری کا نواسہ ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ نے ازراہِ شفقت بچے کا نام "ابرار احمد زبیر" عطا فرمایا ہے۔

احباب سے بچے کے خادم دین ہونے اور دینی و دنیاوی ترقیات کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

مکرم اقبال احمد زبیر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے کمپیوٹر سیکشن میں خدمات بجالا رہے ہیں۔

غزل

ناچیز ہی رہنے دو، بے نام ہی رہنے دو
اب کوچۂ دلبر میں گمنام ہی رہنے دو

زخموں کو مرے چھیڑو اور ان پہ نمک چھڑکو
اور قلبِ پریشاں میں کہرام ہی رہنے دو

چہرے کو چھپا لو تم، زلفوں کو گرا لو تم
مت صبح کرو روشن، تک شام ہی رہنے دو

لے دے کے بچا یارو! عزت کا لباس اپنا
سب کچھ تو نہ مانگو تم، احرام ہی رہنے دو

مانا کہ صراحی بھی اور مے بھی تمہاری ہے
تم میرے لیے خالی اک جام ہی رہنے دو

اس یار کے کوچے کی میں خاک ہوں آوارہ
بدنام ہی اچھا ہوں، بدنام ہی رہنے دو

ہاں شوق سے جیتو تم، دنیا کی حسیں بازی
چھوڑو بھی مجھے یارو! ناکام ہی رہنے دو

میدانِ محبت میں بڑھنا ہے اگر اے دل!
ہونٹوں پہ حریفوں کے الزام ہی رہنے دو

اُس شوخ پہ مرتے ہو، دُنیا سے بھی ڈرتے ہو
مشکل ہے بہت عامر! یہ کام ہی رہنے دو

(مکرم ڈاکٹر محمد عامر خان صاحب)

حضرت زیدؓ سے محبت

حضرت زیدؓ حضورؐ کے منہ بولے بیٹے تھے۔ جن کا ذکر قرآن میں بھی آیا ہے۔ آپؓ ایک غلام تھے اور عربوں میں غلام کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ مالک جو چاہتا اس سے سلوک کرتا۔ حالت مویشیوں سے بھی بدتر تھی۔ حضورؐ نہ صرف حضرت زیدؓ کو بہت عزیز رکھتے تھے بلکہ ان کے بیٹے حضرت اسامہؓ سے بھی بہت پیار کرتے۔ اُن کو اپنے بچوں کی طرح رکھتے۔ حضورؐ اپنے نواسے حضرت حسینؓ کو ایک زانو پر بٹھا لیتے اور حضرت اسامہؓ کو دوسرے پر اور دونوں کو سینہ سے لگا کر بھینچتے اور فرماتے اے اللہ! میں ان سے پیار کرتا ہوں۔ تُو بھی ان سے محبت فرما۔ **(صحیح بخاری کتاب المناقب باب الحسن والحسین)**

بلا امتیاز

مریض کی عیادت کے لئے حضور ﷺ رنگ و نسل اور مذہب کا کوئی امتیاز روا نہ رکھتے اور امیر و غریب، مسلم و غیر مسلم اور اعراب کے ساتھ یکساں ہمدردی کا سلوک فرماتے اور ہر ایک اس چشمہ رحمت سے سیراب ہوتا رہا۔

حضرت سہل بن حنیفؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ غرباء اور مساکین کی عیادت کے لئے جایا کرتے تھے۔ اور ان کا خیال رکھتے تھے چنانچہ ایک غریب عورت بیمار ہوئی تو حضورؐ اس کی عیادت کے لئے جاتے رہے۔ اور جب اس کا آخری وقت آیا تو حضورؐ کی تکلیف کے خیال سے صحابہ نے آپ کو اطلاع نہ کی اور جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا۔ صبح حضور ﷺ کو خبر ہوئی تو حضورؐ ناراض ہوئے اور اس کی قبر پر جا کر جنازہ پڑھایا۔ **(موطا امام مالک۔ کتاب الجنائز)**

حضرت انسؓ بیان فرماتے ہیں کہ۔

ایک یہودی کا لڑکا آنحضرت ﷺ کی خدمت کرتا تھا وہ بچہ بیمار ہوگیا تو حضورؐ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اس کے سرہانے بیٹھ گئے اور اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت بھی دی۔ اس لڑکے نے اپنے والد کی طرف دیکھا تو اس کے والد نے کہا ابو القاسم (رسول کریم ﷺ کی کنیت تھی) کی اطاعت کرو چنانچہ اس لڑکے نے اسلام قبول کرلیا۔ حضورؐ جب وہاں سے نکلے تو بہت خوش تھے اور فرما رہے تھے الحمدللہ کہ خدا نے اس لڑکے کو آگ سے نجات بخشی۔

(صحیح بخاری کتاب الجنائز باب اذا اسلم الصبی)

فقر کی عظمت

ایک دفعہ آپؐ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک امیر آدمی آپؐ کے سامنے سے گزرا۔ آپؐ نے ایک ساتھی سے دریافت کیا کہ اس شخص کے بارہ میں تمہاری کیا رائے ہے۔ اس نے کہا یہ معزز اور امیر لوگوں میں سے ہے۔ اگر یہ کسی لڑکی سے نکاح کی خواہش کرے تو اس کی درخواست قبول کی جائے گی اور اگر یہ کسی کی سفارش کرے تو اس کی سفارش مانی جائے گی۔ رسول کریمؐ یہ بات سن کر خاموش رہے اس کے بعد ایک اور شخص گزرا جو غریب اور نادار معلوم ہوتا تھا۔ رسول کریمؐ نے اس ساتھی سے پوچھا کہ تمہاری اس کے بارہ میں کیا رائے ہے اس نے کہا یا رسول اللہ یہ غریب آدمی ہے اور اس لائق ہے کہ اگر یہ کسی کی لڑکی سے نکاح کی درخواست کرے تو اس کی درخواست قبول نہ کی جائے اور اگر سفارش کرے تو اس کی سفارش نہ مانی جائے اور اگر یہ باتیں سنانا چاہے تو اس کی باتوں کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ یہ سن کر رسول کریمؐ نے فرمایا۔

"اس غریب آدمی کی قیمت اس سے بھی زیادہ ہے کہ ساری دنیا سونے سے بھر دی جائے"۔

(بخاری کتاب الرقاق باب فضل الفقر)

قسط دوم آخر

کنکورڈیا کی سیر

(مکرم محمد لطیف قیصر صاحب)

کے ٹو بیس کیمپ پر

قدرے سیدھے، پتھریلے اور برفیلے راستوں سے ہوتے ہوئے ٹھیک پانچ گھنٹے کے بعد یعنی سوا گیارہ بجے ہم کے ٹو کے بیس کیمپ (5100m) پر تھے۔ بیس کیمپ پر پہنچ کر تمام ممبر زبکھر گئے۔ میں نے اور لطفی نے سیدھا پہلے ٹینٹ کا رخ کیا جہاں مختلف گورے نظر آ رہے تھے۔ گوروں کی ٹیم انٹرنیشنل ٹیم تھی، جو امریکی، اطالوی، کورین اور ایک آدھ اور نسل پر مشتمل تھی اور تقریباً بیس دنوں سے کے ٹو پر اچھے موسم کے انتظار میں تھی۔ ٹیم کے رابطہ افسر بڑی محبت سے پیش آئے اور کرسی پر بٹھا کر چائے پلائی۔ پچھلے آٹھ دس دنوں سے پتھروں اور برفوں پر بیٹھ بیٹھ کر یہاں کرسی پر بیٹھنا بڑا عجیب لگا۔ یہاں ہمارے ساتھ ہنزہ کا رہنے والا ایک پاکستانی ساتھی آملا۔ جو کنکورڈیا ہی سے آ رہا تھا۔ اس کیمپ سے اٹھ کر ہم نے اگلے کیمپوں کے دورے کا فیصلہ کیا جو اطالوی، کورین اور جاپانی ٹیموں پر مشتمل تھے۔ کے ٹو بیس کیمپ پر پندرہ بیس کیمپوں کے علاوہ مختلف ملکوں کے جھنڈے اور بے تحاشہ رنگ برنگی جھنڈیاں لگی ہوئی تھیں اور یوں لگتا تھا کہ جیسے کوئی میلہ لگا ہو۔ موسم ابھی تک مسلسل خراب چلا آ رہا تھا۔ ہم نے کے ٹو کو ہاتھ تو لگا لیا تھا، مگر ابھی تک اس کی چوٹی نظر نہ آئی تھی۔ کے ٹو پر چڑھنے کے کئی راستے ہیں جن میں ابروزی رج، ساؤتھ رج، اور میجک لائن کے مشہور راستے ہمارے سامنے تھے۔ 90% کوہ پیما ابروزی رج (Abruzzi Ridge) کا راستہ استعمال کرتے ہیں اور میجک لائن وہ خطرناک راستہ ہے۔ جس پر سے اب تک صرف مشہور کوہ پیما رائن ہولڈ میسنر (Reihnhold Messner) کو کامیابی ہوئی ہے۔ میسنر دنیا کا پہلا کوہ پیما ہے، جس نے آٹھ ہزار میٹر سے بلند دنیا کی تمام چودہ چوٹیوں کو سر کیا۔ کے ٹو کے جنوب مغربی حصہ پر بیس کیمپ سے بیس پچیس منٹ کے فاصلے پر گلکی میموریل کے نام سے ایک یادگار ہے جو کہ ان لوگوں کی یاد میں ہے جو کے ٹو پر ہلاک ہوئے۔ بیس کیمپ پر دو گھنٹے گزارنے کے بعد ہم اس میموریل پر تھے۔ یہاں مرنے والوں کے عزیزوں اور دوستوں نے ان کے نام سے دھات کی پلیٹیں میخوں کی مدد سے نصب کی ہوئی ہیں۔ اس کے علاوہ پتھروں کے نیچے ایک پولش خاتون کی بھی لاش ہے۔

واپسی کا سفر

ہم نے سوویا (Sovia) گلیشیر پر اپنے واپسی کے سفر کا آغاز کیا اور تقریباً تین بج کر پندرہ منٹ پر براڈ پیک بیس کیمپ پر چائے کیلئے رکے۔ چائے کے دوران بارش شروع ہو گئی جس نے تقریباً دو گھنٹے تک ہمیں روکے رکھا۔ سوا پانچ بجے جب ہم وہاں سے چلے تو بارش قدرے ہلکی ہو چکی تھی اور موسم آہستہ آہستہ بہتر ہو رہا تھا، لیکن ہمیں کنکورڈیا کے قریب اس خطرناک راستے کی پریشانی تھی۔ جہاں ہم روشنی ختم ہونے سے پہلے پہنچنا چاہتے تھے۔ سات بجے کے قریب ہم اس جگہ پر تھے اور راستہ بھول کر برفانی ٹیلوں میں خطرناک دراڑوں سے بچ رہے تھے۔ اب موسم صاف ہو چکا تھا۔ کے ٹو اور براڈ پیک ملگجے میں دکھائی دے رہی تھیں لیکن اس وقت ہماری ضرورت اصل راستہ تھا، کیونکہ ہم قریباً راستہ بھول چکے تھے۔ خوش قسمتی سے کافی تگ ودو کے بعد جاپانی ٹیم کے گائیڈ نے ہماری ٹارچ کی روشنی دیکھ کر ہماری مدد کی اور

ہم کنکورڈیا پہنچے۔

کے ٹو کی خوبصورت صبح

اگلے دن صبح سویرے ہی سردی کی شدت سے آنکھ کھل گئی۔ کیمپ سے سر باہر نکال کر دیکھا تو موسم بالکل صاف تھا اور سورج کی کرنیں K-2 کی چوٹی کو منور کر رہی تھیں اور وہاں موجود بے شمار ٹریکرز اپنے خیموں سے نکل کر اپنے کیمروں کے رخ K-2 کی جانب کیے ہوئے تھے۔ یہ ہماری خوش قسمتی تھی کہ شاہ گوری جو کہ اتنے دنوں سے ہمیں نامحرم سمجھ کے پردہ کیے ہوئے تھی ہماری روانگی کے وقت کھل کر سامنے آ گئی۔ صبح ساڑھے سات بجے کنکورڈیا سے روانگی ہوئی اٹلی کی ٹیم بھی ہمارے ساتھ تھی۔ کنکورڈیا سے دائیں ہاتھ پر موجود Vigne (وائن) گلیشیر سے ہوتے ہوئے ہماری متوقع کیمپ سائٹ علی کیمپ تھی۔ واضح اور قابل عبور بہت سی برفانی دراڑوں والے Vigne گلیشیر پر چار گھنٹے کی ٹریکنگ کے بعد راستہ پتھروں پر شروع ہوتا ہے، جس کے ساتھ ہی علی کیمپ (5100m) کی پتھریلی اور غیر آرام دہ کیمپ سائٹ ہے۔

میکس کیمپ سائٹ

ایک بجے علی کیمپ پہنچنے کے بعد گو کہ بلندی اپنا اثر دکھا رہی تھی لیکن اس کے باوجود وہاں سے ایک گھنٹہ آگے میکس کیمپ پر رات گزارنے کا فیصلہ کیا تا کہ اگلے دن کم چلنا پڑے۔ پانچ ہزار تین سو میٹر کی بلندی پر علی کیمپ کی طرح یہ کیمپ سائٹ غونڈ وغورو پاس کے سامنے واقع ہے اور ٹریک کی بلند ترین کیمپ سائٹ ہے۔ بلندی کے باعث ٹیم کے تمام ممبران کے سر میں درد ہو رہا تھا اور سانس لینے میں بھی دشواری پیش آ رہی تھی۔ ''میکس'' بلتی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی آنکھ کی تکلیف کے ہیں۔ یہاں پہنچ کر اکثر لوگوں کی جن میں ہم بھی شامل تھے آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں۔ اسی مناسبت سے اس جگہ کو میکس کہتے ہیں۔

غونڈ وغورو پاس

غونڈ وغورو پاس کو کراس کرنے کے لئے صبح فجر کا وقت ہی مناسب سمجھا جاتا ہے کیونکہ صبح سورج نکلنے کے بعد ٹاپ پر برف نرم پڑ جاتی ہے اور ٹاپ سے اترتے ہوئے اوپر سے پتھر گرنے کا بھی خدشہ ہوتا ہے۔ رات دو بجے میکس کیمپ سے روانگی ہوئی اس وقت ہمارے ساتھ اٹلی اور سپین کی ٹیموں کے بیس کے لگ بھگ مرد و زن شامل تھے۔ رات کے اندھیرے میں باغ جناح کے احاطے سے بھی چار گنا بڑے پوشیدہ دراڑوں سے بھرے برفیلے میدان کو عبور کر کے ہم لوگوں نے غونڈ وغورو پاس پر چڑھنا تھا۔ جہاں گورنمنٹ کی طرف سے Rope فکس کی ہوئی ہیں۔ جن کو استعمال کرنے کی باقاعدہ 2500 سے 5 ہزار روپے تک پوری ٹیم کی فیس لی جاتی ہے۔ رات کے اندھیرے میں سفید میدان میں جب سو، ڈیڑھ سو ٹریکرز اور پورٹرز لائن بنا کر ٹارچوں اور ہیڈ لائٹس کی روشنی میں چل رہے تھے تو عجیب ہی منظر لگ رہا تھا۔ میدان کے دوسرے سرے پر چڑھائی کا آغاز تھا۔ بہتر ہے کہ یہاں کریمپان استعمال کیے جائیں کیونکہ بعض جگہ برف سخت ہے کچھ اوپر جا کر گلیشیر نسبتاً عمودی ہو گیا ہے جہاں سے رسے کا آغاز ہوتا ہے۔

شدید سردی اور مشکل راستہ

شدید سردی اور جھولتے ہوئے رسے کی وجہ سے رسے کو پکڑ کر اوپر چڑھنا آسان کام نہ تھا۔ یہاں دستانوں کا ہونا بہت ضروری ہے۔ ٹاپ کے نزدیک ایک دراڑ نے راستہ ناقابل عبور کر دیا تھا۔ اس کے اوپر مقامی لوگوں نے سیڑھی بنا کر اسے قابل عبور بنا دیا تھا۔ صبح 5:45 پر ہم اپنے ٹریک کے بلند ترین مقام یعنی غونڈ وغورو ٹاپ (5700m) پر تھے۔ سورج طلوع ہو چکا تھا اور تاحد نظر پھیلی ہوئی برفیلی چوٹیوں پر اپنی کرنیں چھینک رہا تھا۔ اس مقام میں ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ آپ یہاں سے

پاکستان کی آٹھ ہزار میٹر سے بلند پانچ بلند ترین چوٹیوں میں سے چار کو بیک وقت دیکھ سکتے ہیں۔ G.1, G.2، براڈ پیک، کے ٹو، اس کے علاوہ چوغولیزا، بالتورو کانگری، لیلیٰ پیک اور بے شمار خوبصورت برف پوش چوٹیوں نے ہمیں تیس منٹ تک اس بلندی پر روکے رکھا۔ اتنی بلندی پر زیادہ دیر رکنا طبی نقطہ نگاہ سے بھی مناسب نہیں اور دوسرا گرتے ہوئے پتھروں کے خدشہ سے بھی ہم نے اترنے کا فیصلہ کیا۔ رسی کے بغیر یہاں سے اترنا ممکن نہیں ہے۔ گورنمنٹ کے فکس (Fix) کیے ہوئے پانچ چھ سو میٹر لمبے رسے سے اترنا بھی ہم سب کی ٹریکنگ کی زندگی کا مشکل ترین کام تھا۔ تقریباً 60 ڈگری کے زاویے سے رسے کو پکڑ کر بھربھری مٹی اور پتھر کی طرح سخت برف اور اوپر سے آتے ہوئے گوروں کے پیروں کے نیچے سے نکلتے ہوئے پتھر ہماری مشکلات میں اضافہ کر رہے تھے۔ رسہ ختم ہونے کے بعد بھی شدید ترین اترائی جاری تھی اور بھربھری پتھریلی مٹی کی اس شدید اترائی کا اختتام صبح 9:00 بجے کے قریب High Camp پر ہوا۔

آخری کیمپ سائٹ "سیاچو"

"سیاچو" بلتی زبان میں جنگلی گلابوں کو کہتے ہیں۔ سات آٹھ فٹ بلند گلابوں کے جنگل سے گزرنے کے بعد دو بجے سیاچو (3425m) کی مصروف ترین کیمپ سائٹ پر ہم موجود تھے۔ یہاں پر ایک چھوٹے سے ہوٹل میں کافی مہنگے داموں کھانا بھی مل جاتا ہے۔ ہمارا رات کا کھانا کیپٹن عبداللہ حق کی طرف تھا جو کہ ہسپانوی ٹیم کے ساتھ بطور رابطہ افسر تھا اور مکس کیمپ سے ہمارے ساتھ ساتھ تھا۔ عصر کے بعد سے ہی یہاں پر بلتی پورٹرز نے اپنے ڈھول پیٹ کر ناچنا گانا شروع کر دیا جو گوروں کی خاطر خواہ شمولیت کے باعث رات گئے تک جاری رہا۔ اگلا دن ہمارا ٹریکنگ کا آخری دن تھا۔ صبح سات بج کر پچاس منٹ پر روانگی کے بعد جنگلی گلابوں اور سرسبز کھیتوں میں سے ہوتے ہوئے پونے گیارہ بجے ہم ہوشے کے گاؤں میں تھے۔ گیارہ دنوں کے بعد یہ پہلی مستقل آبادی تھی جو ہم نے دیکھی۔ تقریباً بارہ سو افراد پر مشتمل اس گاؤں میں الیکٹرک ہائیڈرو پاور سٹیشن ہے جو 50 کلوواٹ بجلی پیدا کر کے آس پاس کی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ یہاں سنٹرل ایشیا انسٹیٹیوٹ کے تعاون سے بنایا گیا ایک مڈل سکول اور ڈسپنسری بھی ہے۔ یہاں دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد اڑھائی بجے بذریعہ جیپ روانہ ہوئے۔ خپلو کے شہر سے کچھ دیر پہلے دریائے شیوق جو کہ سیاچن سے نکلتا ہے دریائے سندھ کا حصہ بنتا ہے۔ خپلو کے خوبصورت شہر میں کچھ دیر رکنے کے بعد دریائے سندھ کے ساتھ ساتھ ہمارا سفر جاری رہا جس کا اختتام رات ساڑھے دس بجے سکردو جا کر ہوا۔ برفانی علاقوں سے آنے کے بعد سکردو کی خوشگوار رات بھی ہمیں گرم محسوس ہو رہی تھی۔ جب کہ اس سے مزید آگے پنجاب کی گرمی ہماری منتظر تھی۔

❁❁❁❁
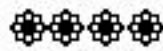
بیسویں صدی کی زیادہ جانی نقصان کرنے والی دس بڑی جنگیں

جنگ	سال	مرنے والوں کی تعداد
جنگ عظیم دوم	1939-45	15843000
جنگ عظیم اول	1914-18	8545800
کوریا جنگ	1950-53	1893100
سینو جاپان جنگ	1937-41	1000000
بیافرا۔ نیجیریا خانہ جنگی	1967-70	1000000
سپینش سول وار	1936-39	611000
ویتنام جنگ	1961-73	546000
پاک بھارت جنگ	1947	200000
روس کا افغانستان پر حملہ	1979-89	200000
ایران عراق جنگ	1980-88	200000

مسکرائیے

گاڑی

تین دوست آپس میں باتیں کر رہے تھے ایک بولا میرے ابو کی گاڑی پٹرول سے چلتی ہے۔

دوسرا بولا: میرے ابو کی گاڑی ڈیزل سے چلتی ہے۔

تیسرا بولا: میرے ابو کی گاڑی ڈنڈے سے چلتی ہے۔

پہلے دوست حیران ہو کر بولے وہ کونسی گاڑی ہے؟

پہلا دوست جھٹ سے بولا: گدھا گاڑی

بے گناہی

جج مجرم سے۔کیا تم اپنا جرم تسلیم کرتے ہو؟

مجرم: نہیں جناب وکیل صاحب نے میرے بچاؤ میں ایسی تقریر کی ہے کہ مجھے اپنی بے گناہی کا یقین ہو گیا ہے۔

کھڑکی نہیں کھل رہی

ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ایک شخص نے رات گئے ہوٹل کے مینیجر کو جھنجھوڑ کر اٹھاتے ہوئے کہا۔

خدارا جلدی اٹھو میری بیوی کھڑکی سے کود کر خودکشی کرنا چاہتی ہے۔تو میں اس سلسلہ میں کیا کر سکتا ہوں؟ مینیجر نے حیرانی سے پوچھا۔

وہ دراصل کھڑکی نہیں کھل رہی۔آدمی نے جواب دیا۔

سنجیدہ جواب

جب فرید کا انتقال ہوا تو اس کا قریبی دوست فرید کی بیوی کے پاس آیا اور ہمدردی سے پوچھا کیا میں فرید کی جگہ لے سکتا ہوں؟

ہاں! مجھے تو کوئی اعتراض نہیں البتہ گورکن سے پوچھ لو۔

بیوہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

سب موجود ہیں

جیلر ایک قیدی سے: تمہارے رشتہ داروں نے تمہیں کبھی کوئی خط نہیں لکھا۔

قیدی: اس کی ضرورت نہیں جناب۔

جیلر: وہ کیوں؟

قیدی: آپ کی دعا سے سب یہیں موجود ہیں۔

عامل

ایک عامل صاحب کا بڑا چرچا تھا کہ وہ روحوں سے بات کروا دیتے ہیں۔ایک بچہ جو بڑا ذہین تھا۔عامل کے پاس پہنچا اور نذرانہ پیش کرنے کے بعد فرمائش کی کہ وہ اپنے دادا کی روح سے بات کرنا چاہتا ہے۔اسے ایک اندھیرے کمرے میں لے جایا گیا۔جہاں اگربتیاں جل رہی تھیں چند لمحوں میں ایک بھاری سی آواز سنائی دی۔کیوں آئے ہو برخوردار.........؟

قریب سے عامل کے چیلے نے ٹھوکا دیا۔یہ تمہارے دادا کی روح بول رہی ہے۔پوچھو کیا پوچھنا ہے؟

دادا جان!.....بچہ سر کھجاتے ہوئے بولا۔مجھے صرف یہ پوچھنا ہے کہ جب آپ مرے نہیں تو آپ کی روح یہاں کیا کر رہی ہے؟

ناقابل واپسی

ڈاکٹر کے دروازے پر دستک ہوئی کمپاؤنڈر باہر گیا اور واپس آ کر ڈاکٹر کو بتایا کہ مریض آیا ہے۔

مریض نیا ہے یا پرانا۔ڈاکٹر نے دریافت کیا۔

جناب بالکل نیا۔ ہمارا پرانا مریض کبھی واپس نہیں آیا۔

واپس نہ آنا

میں تمہارے لئے دنیا کے دوسرے کونے تک جا سکتا ہوں شوہر نے بیوی سے محبت جتاتے ہوئے کہا۔

بہت خوب بس اتنی مہربانی کرنا کہ جا کر واپس نہ آنا۔ بیوی نے لجاتے ہوئے جواب دیا۔

دیہاتی

ایک دیہاتی سے کسی نے پوچھا تمہارے گاؤں میں کوئی بڑا آدمی بھی پیدا ہوا ہے؟

دیہاتی معصومیت سے بولا نہیں جی! آج تک تو بچے ہی پیدا ہوتے آئے ہیں۔

خیرات کا طریقہ

تین دوست باہم خیرات کے طریقہ کار پر بات کر رہے تھے ایک کہنے لگا ہم ایک لائن کھینچ لیتے ہیں اور پیسے ہوا میں اچھالتے ہیں جتنے لائن کے ادھر چلے جاتے ہیں وہ خیرات کر دیتے ہیں اور جو ادھر رہ جاتے ہیں وہ خود استعمال کرتے ہیں۔ دوسرا کہنے لگا کہ ہم ایک دائرہ بنالیتے ہیں اور پیسے ہوا میں اچھالتے ہیں جو دائرے کے اندر ہوتے ہیں وہ خیرات کر دیتے ہیں اور جو دائرے کے باہر رہ جاتے ہیں وہ ہم خرچ کرتے ہیں۔

تیسرا کہنے لگا کہ ہمارا طریقہ کار ذرا مختلف ہے ہم لائن اور دائرے نہیں بناتے بلکہ براہ راست پیسے ہوا میں اچھالتے ہیں جتنے اوپر والے کی مرضی ہوتی ہے وہ رکھ لیتا ہے باقی ہم خرچ لیتے ہیں۔

ایسے کو تیسا

ایک وکیل کا کتا قصائی کی دکان سے گوشت کا ایک ٹکڑا لے کر بھاگا قصائی وکیل کے پاس آیا اور پوچھا اگر کسی کا کتا قصائی کی دکان سے گوشت لے جائے تو ذمہ دار کون ہوگا؟

وکیل نے کہا اس کا مالک گوشت کے دام دے۔

قصائی نے کہا تو سو روپیہ عنایت کیجئے کتا آپ ہی کا تھا۔

وکیل نے جواب دیا۔ میں سرسری معاملات کی فیس مشورہ دو سو روپیہ لیتا ہوں۔ ایک سو روپیہ گوشت کا لے لو اور ایک سو روپیہ مجھے دے دو۔

اعلان ولادت

☆ مکرم سلیم الدین صاحب معتمد مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مورخہ 4 فروری 2003ء کو بیٹے سے نوازا ہے۔ نومولود مکرم رشید الدین صاحب مربی سلسلہ کا پوتا اور مکرم حمید احمد صاحب کا نواسہ ہے۔ نومولود کا نام حضور انور نے ''تفہیم الدین'' عطا فرمایا ہے۔

احباب سے بچہ کے خادم دین ہونے اور دینی و دنیاوی ترقیات کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

☆ مکرم نصیب احمد صاحب معاون صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے مورخہ 20 فروری 2003ء کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے۔ نومولود مکرم محمد حنیف بٹ صاحب ابن محمد حیات بٹ کا پوتا اور مکرم ضیاء الدین بٹ صاحب کا نواسہ ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ نے ازراہ شفقت بچے کا نام ''مرتاض احمد'' عطا فرمایا ہے۔ بچہ وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہے۔

احباب سے بچہ کے خادم دین ہونے اور دینی و دنیاوی ترقیات کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

میزبان

ایک میزبان نے تنگ آ کر مہمان سے کہا حضور آپ یہاں دو مہینے سے رہ رہے ہیں آپ کو کیا اپنی بیوی بچے یاد نہیں آتے؟

اس پر مہمان بولا آپ نے خوب یاد دلایا میں آج ہی انہیں تار دے کر بلا لیتا ہوں۔

☆☆☆

اشاریہ ماہنامہ خالد 2001-2002ء

(مرتبہ: مکرم ظہور الٰہی توقیر صاحب)

سیرت النبی ﷺ

شمارہ	عنوان مضمون	مضمون نگار
فروری 2001	عَلیقُ مُحَمَّدٍ ﷺ	طاہر احمد مختار
اپریل	خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ	ثاقب کامران
مئی	اِکرامِ ضیف	طاہر احمد مختار
جون	صادق کامل	//
//	شمائل نبوی	مرزا عرفان قیصر
//	Moral Excellence...	مکرم میر محمود احمد ناصر صاحب
جولائی، اگست	شجاعت	طاہر احمد مختار
ستمبر	اصحابؓ سے حسن سلوک	میر انجم پرویز
اکتوبر	لیا ظلم کا عفو سے انتقام	محمد عباس احمد
نومبر	غرباء سے حسن سلوک	حافظ مبشر احمد جاوید
اپریل 2002	خلق عظیم	شفقت احمد قمر
مئی	عظیم روحانی انقلاب	فضل الرحمٰن ناصر
جون	// قسط دوم	//
اگست	نظافت و پاکیزگی	حافظ مبشر احمد جاوید
ستمبر	حسن سلوک	//
اکتوبر	سیرت النبیؐ	//

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام

شمارہ	عنوان مضمون	مضمون نگار
فروری 2001ء	قربان تست جان من اے یار محسنم!	مرزا عرفان قیصر
//	سفر ہوشیار پور	محمد محمود طاہر
مارچ	سیرت امام الزمان شرائط بیعت کے آئینہ میں	ابو جانیہ
//	بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم	مرزا عرفان قیصر
//	حضرت مسیح موعودؑ کی طبابت	خواجہ عبدالعظیم
//	حیات طیبہ کے چند پہلو	قلیل احمد ناصر
اپریل	عائلی زندگی۔ حسن معاشرت	میر انجم پرویز
مئی	مہمان نوازی	میر انجم پرویز
جون	راست گفتاری	ادارہ
جولائی، اگست	جراءت و بہادری	رانا وسیم احمد
ستمبر	خدام سے حسن سلوک	آصف محمود بٹ
اکتوبر	سیرت حضرت مسیح موعودؑ	ادارہ
نومبر	غیرت دینی	فاتح احمد سراء
دسمبر	حضرت مسیح موعودؑ اور تیمارداری	مظفر احمد شہزاد
جنوری 2002	حیات طیبہ کے چند پہلو	قلیل احمد ناصر
مارچ	سیرت حضرت مسیح موعودؑ	//
//	قبولیت دعا	عامر شہزاد عادل
اپریل	شفقت علیٰ خلق اللہ	طاہر احمد مختار
جولائی	مقصد بعثت	صباحت احمد چیمہ
اگست	عفو و درگزر	مرزا عرفان قیصر
//	احباب سے محبت اور تواضع	احمد طاہر مرزا
ستمبر	حضرت اقدسؑ کی دعائیں	//
//	حضرت مسیح موعودؑ کا عشق رسولؐ	مبشر احمد خالد
اکتوبر	خدام سے حسن سلوک	احمد طاہر مرزا
نومبر، دسمبر	ہمارے مہدی علیہ السلام	//
//	سلطان القلم	مولانا دوست محمد شاہد صاحب

سیرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

شمارہ	عنوان مضمون	مضمون نگار
نومبر 2001	حضرت حسان بن ثابتؓ	ظہور الٰہی توقیر
دسمبر	حضرت عکاشہ بن محصنؓ	خواجہ عبدالعظیم
جنوری 2002	حضرت عثمان بن مظعونؓ	فرید احمد بھٹی
اپریل	حضرت سعد بن معاذؓ	//
جون	حضرت مصعب بن عمیرؓ	//
اگست	حضرت سماک بن خرشہؓ (ابو دجانہ)	//

رفقاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام

شمارہ	عنوان مضمون	مضمون نگار
دسمبر 2001ء	ذوق عبادت	سہیل احمد ثاقب بسراء
جنوری 2002	حضرت منشی اروڑے خان صاحب	ظہور احمد مقبول
فروری	حضرت حافظ حامد علی صاحب	ظہور الٰہی توقیر
جون	حضرت ابو المبارک محمد عبد اللہ صاحب	عطاء الوحید باجوہ
ستمبر	حضرت حافظ روشن علی صاحب	عمران اسلم رانا
نومبر، دسمبر	رفقائے احمد کا عشق قرآن	عطاء الرقیب سرور
//	حضرت منشی رستم علی صاحب	راشد محمود احمد

خلافت، خلفاء حضرت مسیح موعود علیہ السلام

شمارہ	عنوان مضمون	مضمون نگار
فروری 2001	حضرت مصلح موعود کے متعلق بشارات	خالد محمود شاہد
//	حضرت مصلح موعود کی خدمت قرآن	خلیل احمد ناصر
//	حضرت مصلح موعود کا منظوم کلام	میر انجم پرویز
//	وہ حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا	سہیل احمد ثاقب بسراء
مئی	خلافت حقہ	ادارہ
//	سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الاول	مظفر احمد شہزاد
جون	سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ	عطاء الرقیب سرور
ستمبر	حضرت مصلح موعود، مطالبات تحریک جدید	راجہ منیر احمد خان
فروری 2002	اے فضل عمر تجھ کو جہاں یاد کرے گا	مدیر کے قلم سے
//	اس دہر کا ہر پیر و جواں یاد کرے گا	عطاء الوحید باجوہ
مئی	سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الاول	ریاض محمود باجوہ
جون	سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ	عطاء الرقیب سرور
جولائی	وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا	محمود مجیب اصغر
نومبر، دسمبر	حضرت مصلح موعود کے مقدس شمائل	مولانا عبد الرحمٰن انور صاحب

مجالس عرفان و خطبات

شمارہ	عنوان مضمون	مضمون نگار
فروری 2001	اس صدی میں کیا ہوگا	خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ
//	مجلس عرفان (ہستی باری تعالیٰ)	ادارہ
مارچ	مجلس عرفان	ادارہ
مارچ	جماعت احمدیہ کا روشن مستقبل	خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ
اپریل	مجلس عرفان	ادارہ
جون	//	//
جولائی	خطبہ یکم اپریل 1983ء	حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ
اکتوبر	مجلس عرفان	ادارہ
نومبر، دسمبر 2002	حضرت مصلح موعود کا یادگار خطاب	ادارہ
//	ایک مکتوب	ادارہ

تعارف کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام

شمارہ	عنوان مضمون	مضمون نگار
فروری 2001	راز حقیقت	عبدالحق بدر
مارچ	کشف الغطاء	عبدالحق بدر
اپریل	ایام الصلح	//
مئی	حقیقت المہدی	فرید احمد ناصر
جون	مسیح ہندوستان میں	//
جولائی، اگست	ستارہ قیصریہ	//
ستمبر	تحفہ غزنویہ	عبدالحق بدر
اکتوبر	روئیداد جلسہ دعا	//
نومبر	خطبہ الہامیہ	//
ستمبر	لُجّۃ النور	//
فروری 2002	تحفہ گولڑویہ	//
اپریل	اربعین	//
جون	الہُدیٰ	//
جولائی	نزول المسیح	//
اگست	دافع البلاء	//
ستمبر	کشتی نوح	//
اکتوبر	تحفۃ الندوہ	//

احمدیت کی تاریخ

شمارہ	عنوان مضمون	مضمون نگار
فروری 2001	ایک صدی پہلے	احمد طاہر مرزا
مارچ	23 مارچ 1889 کا دن	محمد محمود طاہر

شمارہ	عنوان مضمون	مضمون نگار
مارچ	آئی بینک	فخر الحق شمس
//	ایک صدی پہلے	احمد طاہر مرزا
اپریل	//	//
//	طاہر ہومیو پیتھک کلینک	یوسف سہیل شوق
مئی	تاریخ احمدیت ۔ ظہور قدرت ثانیہ	محمد محمود طاہر
جون	ایک صدی پہلے	احمد طاہر مرزا
اکتوبر	اکیسویں صدی کا پہلا جلسہ سالانہ	ادارہ
نومبر	ایک صدی پہلے	احمد طاہر مرزا
جنوری 2002	تاریخ احمدیت	ڈاکٹر نصیر احمد شریف
فروری	//	//
مارچ	//	//
اپریل	تاریخ احمدیت	ڈاکٹر نصیر احمد شریف
مئی	//	//
//	ایک صدی پہلے	احمد طاہر مرزا
//	کمپیوٹر انسٹی ٹیوٹ کی افتتاحی تقریب	سید مبشر احمد ایاز
جون	تاریخ احمدیت	ڈاکٹر نصیر احمد شریف
جولائی	//	//
اگست	تشکیل پاکستان میں جماعت احمدیہ	از سوانح فضل عمر
//	تاریخ احمدیت	//
ستمبر	//	//
اکتوبر	//	//
//	زار روس کا انجام	ساجد محمود بٹر
نومبر، دسمبر	خالد کا شمارہ اول	ادارہ
//	کارواں (خالد کی 50 سالہ تاریخ)	سید مبشر احمد ایاز
//	خالد کی مختصر تاریخ	ڈاکٹر سلطان احمد مبشر
//	مدیران خالد کے اسماء و تعارف	ادارہ
//	اسماء معاونین اشاعت	ادارہ
//	تاریخ ہائے سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ مرکزیہ	عبدالحق بدر ساجد محمود بٹر
//	کتابت سے کمپوزنگ تک	ادارہ
//	تاریخ احمدیت	ڈاکٹر نصیر احمد شریف
//	خلافت جوبلی علم انعامی	ادارہ
//	مشاورتی بورڈ تا اشاعت کمیٹی	محمد عباس احمد
//	تفصیل شمارہ جات ''خالد''	مرتبہ: سہیل احمد ثاقب
نومبر، دسمبر	طاہر ہومیو پیتھک انسٹی ٹیوٹ ہسپتال	فخر الحق شمس - وقار احمد ناز
//	فہرست مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ	ادارہ
//	''خالد'' سے متعلق شخصیات	ادارہ
//	شوریٰ کی سفارشات دربارہ ''خالد''	ادارہ
//	زمانے دا مسیح تو سہدی گدی	سعید احمد خان

تاریخ

شمارہ	عنوان مضمون	مضمون نگار
اپریل 2001	کیلنڈر کی تاریخ	مرزا ناصر انعام
ستمبر	عرب کی حالت قبل از ظہور اسلام	آصف احمد خان
دسمبر	حجر اسود	راجہ برہان احمد طالع
//	پاکستان اپنے بانی کی نظر میں	ضیاء اللہ مبشر
اپریل 2002	شالامار باغ	جاوید اقبال
جون	دنیا کے حیرت انگیز ریکارڈ	رضوان احمد ناز
اکتوبر	حیدرآباد	مسرور احمد
نومبر، دسمبر	کولمبس سے پہلے امریکہ میں مسلمان	محمد زکریا ورک
//	حضرت مسیح اور حواری مکہ میں	مظفر احمد چوہدری

طبابت

شمارہ	عنوان مضمون	مضمون نگار
ستمبر 2001	صحت مند دانت صحت مند جسم	ڈاکٹر مرزا ابرار احمد عطا
اکتوبر	ہیپاٹائٹس بی اور سی	ڈاکٹر محمد عامر خان
//	نزلہ زکام	مرزا ناصر انعام
اپریل 2002	ملیریا	حافظ عبدالسلام مبشر
مئی	خون کی کمی	ڈاکٹر محمد عامر خان
جولائی	ایڈز	ڈاکٹر نعیم اقبال
اگست	سائنس کا ایک انقلابی قدم	شکیل احمد ناصر
نومبر، دسمبر	سرخ خلیات	ڈاکٹر محمد عامر خان

کمپیوٹر

شمارہ	عنوان مضمون	مضمون نگار
مارچ 2001	کمپیوٹر ڈیسک	شیخ نصیر احمد
اپریل	//	//
مئی	//	//

شمارہ	عنوان مضمون	مضمون نگار
جولائی، اگست	کمپیوٹر ڈیسک	شیخ نصیر احمد
ستمبر	آن لائن کیے جانے والے کام..	فضل احمد اعوان
اکتوبر	کمپیوٹر سیکھیں	تبصرہ کتاب
//	کمپیوٹر ڈیسک	شیخ نصیر احمد
دسمبر	//	//
فروری 2002	محو حیرت ہوں کہ!	انتصار احمد ازکی
اپریل	//	//
مئی	//	//

سائنس

شمارہ	عنوان مضمون	مضمون نگار
مارچ 2001	درخت کرہ ارض پر ایک معجزہ	خالد محمود شاہد
//	گوشہ سائنس	راجہ برہان احمد طالع
اپریل	درخت کرہ ارض پر ایک معجزہ	خالد محمود شاہد
//	گوشہ سائنس	راجہ برہان احمد طالع
مئی	//	//
اکتوبر	حادثاتی ایجادات	محمد زکریا ورک
//	پہلی خلاباز خاتون	بشریٰ قمر آواجین
دسمبر	گوشہ سائنس	داؤد احمد ظفر
مئی 2002	گوشہ سائنس	راجہ برہان احمد طالع
جون	پیداواری ہدف کا آسان حصول	صالحہ صدیقہ رحمن صاحبہ
جولائی	وسعت کائنات	محمد داؤد ظفر
اگست	چاند	//
//	سائنس کا ایک انقلابی قدم	شکیل احمد ناصر
ستمبر	گوشہ سائنس	ظفر اقبال
اکتوبر	ایک شاگرد کے تاثرات	محمد زکریا ورک
//	سی این جی	مبارک احمد منہاس

مزاح

شمارہ	عنوان مضمون	مضمون نگار
مارچ 2001	مسکرائیے (لطائف)	ادارہ
اپریل	انتخاب	ابن انشاء
مئی	کتے۔ مزاحیہ ادب	مرسلہ: اقبال احمد زبیر
جون	انتخاب	مرسلہ: خالد محمود شاہد
جولائی، اگست	بہادر اللہ دتہ	ابن انشاء
ستمبر	استاد مرحوم	ابن انشاء
نومبر	دستہ دستہ	ادارہ
دسمبر	انتخاب	شفیق الرحمن
فروری 2002	ترک سادری......	//
مارچ	// (قسط دوم)	//
اپریل	ایک شگفتہ تحریر	پطرس بخاری
//	طنز و مزاح	مرسلہ: مظفر احمد شہزاد
جون	مسکرائیے (لطائف)	ادارہ
جولائی	//	ادارہ
اگست	طنز و مزاح	ابن انشاء
ستمبر	شگفتہ تحریر	//
اکتوبر	مسکرائیے (لطائف)	ادارہ
نومبر، دسمبر	لطائف الادب	ریاض ملک
//	مسکرائیے (لطائف)	ادارہ
//	شگفتہ تحریر	ابن انشاء

ادب

شمارہ	عنوان مضمون	مضمون نگار
مارچ 2001	ولی دکنی	فرخ شاد
اپریل	خواجہ میر درد	شکیل احمد ناصر
مئی	مرزا محمد رفیع سودا	فرخ شاد
جون	عربی شاعری	مقبول احمد ظفر
//	مومن خان مومن	شکیل احمد ناصر
جولائی، اگست	عربی شاعری	مقبول احمد ظفر
//	میر تقی میر	فرخ شاد
//	شرلک ہومز اور......	راجہ عطاء المنان
ستمبر	ا درکاکوروی	فرخ شاد
//	عربی شاعری	مقبول احمد ظفر
اکتوبر	خواجہ حیدر علی آتش	شکیل احمد ناصر

شمارہ	عنوان مضمون	مضمون نگار
اکتوبر	عربی شاعری	مقبول احمد ظفر
//	جستہ جستہ عربی ادب سے	محمد طاہر ندیم
//	شیخ ابراہیم ذوق	شکیل احمد ناصر
نومبر	عربی شاعری	مقبول احمد ظفر
دسمبر	قدیم انگریزی پر غیر زبانوں کا اثر	شاہد محمود احمد
//	عربی شاعری	مقبول احمد ظفر
//	بہادر شاہ ظفر	شکیل احمد ناصر
جنوری 2002	قدیم انگریزی پر غیر زبانوں کا اثر	شاہد محمود
//	سید انشاء اللہ خان انشاء	فرخ شاد
//	عربی شاعری	مقبول احمد ظفر
فروری	قدیم انگریزی پر غیر زبانوں کا اثر	شاہد محمود احمد
//	عربی شاعری	مقبول احمد ظفر
مارچ	عربی شاعری	مقبول احمد ظفر
اپریل	//	//
//	شیخ غلام ہمدانی مصحفی	فرخ شاد
مئی	عربی شاعری	مقبول احمد ظفر
//	محفل شعر و سخن	ادارہ
جولائی	آخری پتا	ترجمہ: شاہد محمود احمد
نومبر، دسمبر	الہام کلام مسیح کا	لطف الباری ناصر
//	صحافت	حافظ راشد جاوید
//	اسد اللہ خاں غالب	میر انجم پرویز
//	عبداللہ بن مبارک اور نیک خاتون	ادارہ
//	زبان اردو.....	شیخ عبدالقادر صاحب

کھیل اور کھلاڑی

شمارہ	عنوان مضمون	مضمون نگار
مارچ 2001	پہلی ڈبل سنچری	قیصر محمود
اپریل	گالف ایک مختصر تعارف	راجہ عطاء المنان
مئی	سر ڈان بریڈ مین	قیصر محمود
دسمبر	پاکستان 500 ون ڈے.....	رضوان احمد ناز
جنوری 2002	کرکٹ	عبدالوہاب منگلا
فروری	کرکٹ کے عالمی ریکارڈز	قیصر محمود
مارچ	ہاکی ورلڈ کپ 2002	قیصر محمود
اپریل	ٹیبل ٹینس	چوہدری محمد جمیل
مئی	فٹ بال ورلڈ کپ 2002	قیصر محمود
اکتوبر	کرکٹ کے دلچسپ ریکارڈز	//
نومبر، دسمبر	کرکٹ کے عالمی ریکارڈز	//
//	بیڈمنٹن ٹینس	رشید احمد چوہدری

تربیتی مضامین

شمارہ	عنوان مضمون	مضمون نگار
جون 2001	نماز اور اس کا طریق	شعبہ تعلیم
ستمبر	نماز مذلل اور انکساری	منشاد احمد منیر
//	تحریک وقف نو_ گذارشات	ڈاکٹر شمیم احمد
اکتوبر	رمضان کی اہمیت	
//	حضرت مصلح موعود کا انوکھا ریکارڈ	ڈاکٹر محمد احمد
//	بہترین قائد از حضرت مصلح موعود	حافظ مبشر احمد جاوید
//	دعا کے فوائد	ادارہ
//	روزہ احادیث کی روشنی میں	صباحت احمد چیمہ
جنوری 2002	واقفین نو کے متعلق ہدایات	ڈاکٹر شمیم احمد
مارچ	نظام وصیت	طاہر محمود ماجد
//	سچائی	حافظ خالد اشفاق احمد
جون	نرم اور پاک زبان کا استعمال	//
جولائی	خدام الاحمدیہ کی ذمہ داری	ادارہ
نومبر دسمبر	آداب مجلس	حضرت میر اسحاق صاحب

نادر تحریریں

شمارہ	عنوان مضمون	مضمون نگار
نومبر، دسمبر 2002	پرواز کے پر اولیں	حضرت خلیفۃ المسیح الرابع
//	پیغام	حضرت مرزا بشیر احمد صاحب
//	پیغام	حضرت خلیفۃ المسیح الثالث
//	پیغام	حضرت مرزا شریف احمد صاحب
//	آداب مجلس	حضرت میر محمد اسحاق صاحب
//	ایک مکتوب	ادارہ

کتب وملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اہمیت

(مکرم ساجد محمود بٹر صاحب۔ متخصص فی الکلام)

آج کے اس مہذب اور ترقی یافتہ دور میں انسان نت نئی اور حیران کن ایجادات کے ذریعے سے اگر ایک طرف ترقی کے بامِ عروج پر پہنچا ہوا ہے تو دوسری طرف دہریت کی مسموم فضائیں اور مادیت کی زہریلی ہوائیں اسے قعرِ مذلت میں گرائے ہوئے ہیں۔ بے شمار اور ان گنت دنیاوی سہولتیں میسر ہونے کے باوجود انسان کی اجتماعی اور گھریلو زندگی اضطراب اور بے چینی کا شکار ہے۔ اخلاقی قدریں بڑی تیزی کے ساتھ پامال ہو رہی ہیں۔ علوم جدیدہ کی آڑ میں انسان کو الحاد اور دہریت کے عمیق گڑھے میں پھینکا جارہا ہے۔

ان حالات میں ”سلطان القلم“ کے قلم سے لکھی ہوئی تحریریں ہمارے پاس ایک لازوال دولت اور آسمانی خزانہ ہے، جو مذاہب باطلہ اور علوم جدیدہ کے حملوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ہمیں دلائل وبراہین کے طاقتور اور پُرزور ہتھیار مہیا کرتا ہے۔ حضرت امام الزمان کی ۸۰ سے زائد گراں قدر کتب، بیش قیمت ملفوظات، مکتوبات اور اشتہارات ہمارے لیے بہت بڑا انعام خداوندی ہیں۔

یہ کتب علوم ومعارف کا ذخار ہیں۔ یہ تحریرات حقائق ودقائق اور لطائف ونکات کا بحرِ ناپیدا کنار ہیں۔ یہ مسموم مادی فضاؤں اور الحادی وباؤں کا تریاق ہیں۔ یہ مردہ دلوں کے لیے آبِ حیات اور تشنہ روحوں کے لیے چشمۂ صافی ہیں۔

اگر ہم مذاہب باطلہ کا مقابلہ کرنے کا عزم صمیم رکھتے ہیں، اگر ہمارے دلوں میں دجالی فتنوں کو پاش پاش کرنے کا جوش ہے، اگر ہم اصلاح نفس کرنا چاہتے ہیں، اپنے دامنوں کو برکتوں اور رحمتوں سے بھرنا چاہتے ہیں، اپنے آپ کو علمی ہتھیاروں سے مسلح کرنا چاہتے ہیں، تو آئیے یہ کتب کا ذخیرہ ہمیں یہ سب کچھ دینے پر آمادہ ہے۔ زیرِ نظر مضمون میں ان کتب کی اہمیت وبرکت حضرت مسیح الزمان اور خلفائے کرام کے فرمودات تحریرات سے بیان کی گئی ہے۔

رسول کریم ﷺ کی پیشگوئی

حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے آنے والے عظیم الشان مہدی کے بارہ میں یہ پیشگوئی کی تھی:۔

يُفِيْضُ الْمَالَ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهُ اَحَدٌ۔ **(بخاری کتاب الانبیاء)**

”یعنی وہ اس کثرت سے لوگوں کو خزانے عطا کرے گا کہ کوئی ان کا لینے والا نہیں ہوگا“۔

اس حدیث میں جو ”مال“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس سے دنیاوی مال و دولت مراد نہیں کیونکہ مادی دولت اور ثروت لینے سے کوئی نہیں تھکتا اور اقتصادیات کی رو سے اس حد تک مال کی کثرت مال کو صفر کر دیتی ہے۔ پس یقیناً یہاں ایسا مال مراد تھا جو دلائل وبراہین، علوم ومعارف اور حقائق ودقائق کا مال تھا اور یہی مال امام آخرالزمان نے آکر تقسیم کرنا تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ کے زرّیں اقتباسات

ایک ایک حرف خدا کی طرف سے

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

”میں تو ایک حرف بھی نہیں لکھ سکتا اگر خدا تعالیٰ کی

شمارہ		
نومبر، دسمبر	ایک مقدس تحریر (غیر مطبوعہ)	حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ
//	ایک مقدس تحریر (غیر مطبوعہ)	حضرت خلیفۃ المسیح الرابع

رپورٹ و اعلانات

شمارہ	عنوان مضمون
جون 2001	رپورٹ آل پاکستان فٹ بال ٹورنامنٹ 2001
//	رپورٹ آل پاکستان بیڈمنٹن و ٹیبل ٹینس ٹورنامنٹ 2001
جولائی، اگست	آگے قدم بڑھائے جا
ستمبر	قرارداد تعزیت بر وفات صاحبزادی امۃ الحکیم بیگم صاحبہ
اکتوبر	رپورٹ 45 ویں سالانہ تربیتی کلاس 2001ء
//	رپورٹ ساتویں سالانہ آل پاکستان صنعتی نمائش 2001
نومبر	رپورٹ آٹھویں سالانہ علمی مقابلہ جات 2001
//	نتیجہ مقابلہ مقالہ نویسی 2001
//	سندات خوشنودی۔ شعبہ مال
فروری 2002	اعلان وفات مکرم یوسف سہیل شوق صاحب
//	تقریب تقسیم انعامات
مارچ	نتائج سالانہ مقابلہ جات 2000,01
//	رپورٹ خدمت خلق
//	اعلان وفات مکرم ثاقب زیروی صاحب
//	سالانہ پروگرام شعبہ تعلیم
مئی	رپورٹ نویں سالانہ علمی مقابلہ جات خدام الاحمدیہ 2002
جون	ایک المناک حادثہ
//	رپورٹ آل پاکستان فٹ بال ٹورنامنٹ 2002
//	رپورٹ آل پاکستان کبڈی ٹورنامنٹ 02-2001
جولائی	اعلان تحریک وقف زندگی
اگست	افتتاح میڈیکل ٹرانسکرپشن کورس
//	رپورٹ 46 ویں سالانہ تربیتی کلاس 2002
ستمبر	وفات حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب
//	قرارداد تعزیت صدر انجمن احمدیہ وفات صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب
ستمبر	قرارداد تعزیت خدام الاحمدیہ پاکستان وفات صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب
اکتوبر	رپورٹ آٹھویں آل پاکستان صنعتی نمائش 2002ء
نومبر، دسمبر	مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ پاکستان

منظوم کلام۔ غزلیں

شمارہ	کلام	شاعر
فروری 2001	اے فضل عمرؓ تجھ کو جہاں یاد کرے گا	عبدالسلام اختر
//	کاش ہو جاؤں تیرے پاؤں کی دھول	چوہدری محمد علی صاحب
مارچ	کوئی سوچے ذرا	ڈاکٹر فہمیدہ منیر
اپریل	سحر ضرور آئے گی	ڈاکٹر فضل الرحمٰن بشیر
//	تو جو مدِ نظر نہیں ہوتا	محمد طاہر ندیم
مئی	خلافت سے زندہ دلوں میں خدا	میر اللہ بخش تسنیم
//	نینوں کے دیپ دل کے کنول....	عبیداللہ علیم
جون	تیری ہر ایک ادا دستِ دعا سے گئی ہمیں	چوہدری محمد علی صاحب
جولائی، اگست	مرے وطن!	رشید قیصرانی
ستمبر	اکثر شبِ تنہائی میں	نادر کاکوروی
//	وہ زندگی کی تلخیوں سے....	ڈاکٹر فضل الرحمٰن بشیر
//	تازہ لہو سے حسن حوادث سجا دیے	عبدالکریم قدسی
//	دل حسیں ہے تو محبت بھی حسیں پیدا کر	جگر مراد آبادی
//	خدا سے دور ہوتا جا رہا ہے	فرید احمد ناصر
//	اپنے قدموں میں بیٹھ جانے دے	محمد طاہر ندیم
//	شوقِ منزل کچھ نہیں ہے کاروانِ حسن میں	مقبول احمد ظفر
اکتوبر	نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا	غالب
//	دہر میں نقشِ وفا وجہِ تسلی نہ ہوا	غالب
//	شہر غم اُداس ہے ہر کاخ و کو اُداس	سید احسن اسمٰعیل صدیقی
نومبر	عکسِ صابن کی	حضرت حسن رہتاسی صاحب
دسمبر	اس دل میں صداقت ہے جب تک	فیض احمد فیض
جنوری 2002	جس قلب کو عشق ہے جلا عشق نبی نے	ثاقب زیروی
//	قصیدہ تہنیت بر موقع ایم ٹی اے	چوہدری محمد علی صاحب
//	جو لمحہ جیے وہ امر ہو جائے گا	ڈاکٹر فضل الرحمٰن بشیر
فروری	آنسو	ڈاکٹر قیس مینائی
مارچ	جاگ گئے ہیں زمانے کو رتجگا بس کے	رشید قیصرانی
//	نثار میں تری گلیوں کے......	فیض احمد فیض
//	اب آسماں کی گواہی پہ فیصلہ ہوگا	ناصر احمد سید
اپریل	وہ ایک شخص دعا ہی دعا ہمارے لیے	عبیداللہ علیم
//	آ دیکھ تڑپنے کا سماں ہے کہ نہیں ہے	مقصود احمد منیب
مئی	برکات خلافت	رشید قیصرانی

شمارہ	عنوان	مضمون نگار
جون	ہم کہ ٹھہرے اجنبی	فیض احمد فیض
جولائی	شامِ فراق، اب نہ پوچھ، آئی	فیض احمد فیض
اگست	پاکستان ایک نعمت عظمیٰ	چوہدری شبیر احمد
//	پاک وطن کے لیے دعائیں	چوہدری شبیر احمد
نومبر، دسمبر	چڑیا بولی پیارے بچو	حضرت مصلح موعود
//	درخت پر بیٹھا طوطا	//
//	مرے مرشد کا نام محمدؐ ہے	حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ
//	سلام بحضور سید الانامؐ	حضرت میر محمد اسماعیل صاحب
//	کتنے کشکول دھرے ہیں.....	عطاء المجیب راشد صاحب
//	میدان حشر کے تصور میں	حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ
//	قالب درد میں آسائش جاں	حضرت مصلح الدین صاحب
//	تم سے ڈرتا بھی ہوں	میر محمود احمد ناصر صاحب
//	ہم تیرے آستاں سے ہو آئے	مولانا محمد شفیع اشرف
//	جب شکستہ آئینہ دیکھوں	ثاقب زیروی صاحب
//	اے مالک کون و مکاں	حضرت مرزا بشیر احمد صاحب
//	میرا تولیہ	حضرت حسن رہتاسی صاحب
//	"خالد"	عبدالکریم قدسی
//	میر مینائی کی نادر غزل	فیض عالم چنگوی
//	تم مرے پاس ہوتے ہو گویا	مومن خان مومن
//	چراغ دشت کی لو مل گئی	مظفر عارفی
//	میں احمدی جوان ہوں	عبیداللہ علیم

متفرق مضامین

شمارہ	عنوان مضمون	مضمون نگار
مارچ 2001	تحریک آزادی کشمیر	حافظ راشد جاوید
اپریل	محترم مولوی نور الحق تنویر صاحب	راجہ برہان احمد طالع
//	محترم عبدالرزاق صاحب	ادارہ
جولائی، اگست	رفعت کوہ میں	منصور احمد نور الدین
//	بارے آموں کا کچھ بیاں ہو جائے	فصیل عیاض احمد
ستمبر	تحریک جدید کی اہمیت	ملک منور احمد جاوید
جنوری 2002	کیلنڈر 2002	انعام الرحمن
//	ہزاروں خواہشیں ایسی	عائشہ نور احمد
مارچ	تعارف مشعل راہ (جلد دوم)	فرید احمد ناصر
//	لیموں کا تعارف	حکیم منور احمد

شمارہ	عنوان	مضمون نگار
اپریل	انصار اللہ امریکہ کی مطبوعات	قائد انصار اللہ امریکہ
//	شہدائے احمدیت (تبصرہ)	(م۔ا۔ن)
مئی	تحریک عطیہ چشم و آئی بینک	ڈاکٹر محمد احمد اشرف
جون	آم	حکیم منور احمد
اگست	لاؤس کا ایک دلچسپ تہوار	محمود احمد انیس
//	مرد وہ ہے جو جفاکش ہو	شیخ نعیم احمد
ستمبر	جستہ جستہ	ماخوذ از "آپ بیتی"
//	گلگشتن سے شکاگو تک	محمد زکریا ورک
نومبر، دسمبر	ہمارے مشاغل	سیدہ در سیدین
//	میری مضمون نویسی کی ابتداء	مولانا ابوالعطاء صاحب
//	فہرست خصوصی نمبرز ماہنامہ "خالد"	مرتبہ: طارق محمود، شفیق احمد چیمہ

طاقت میرے ساتھ نہ ہو۔بارہا لکھتے لکھتے دیکھا ہے۔ ایک خدا کی روح ہے جو تیر رہی ہے۔قلم تھک جایا کرتی ہے مگر اندر جوش نہیں تھکتا۔طبیعت محسوس کیا کرتی ہے کہ ایک ایک حرف خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۴۸۳)

سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

"اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کا نام "سلطان القلم" اور میرے قلم کو "ذوالفقار علی" فرمایا ہے"۔(ملفوظات جلد اول صفحہ ۲۱۵)

"اس وقت جو ضرورت ہے وہ یقیناً سمجھ لو سیف کی نہیں بلکہ قلم کی ہے۔ہمارے مخالفین نے (دین حق) پر جو شبہات وارد کیے ہیں اور مختلف سائنسوں اور مکائد کی رو سے اللہ تعالیٰ کے سچے مذہب پر حملہ کرنا چاہا ہے، اس نے مجھے متوجہ کیا ہے کہ میں قلمی اسلحہ پہن کر اس سائنس اور علمی ترقی کے میدان کارزار میں اتروں اور (دین حق) کی روحانی شجاعت اور باطنی قوت کا کرشمہ بھی دکھلاؤں۔میں کب اس میدان کے قابل ہو سکتا تھا۔یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اس کی بے حد عنایت ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ میرے جیسے عاجز انسان کے ہاتھ سے اس کے دین کی عزت ظاہر ہو"۔(ملفوظات جلد اول صفحہ ۳۸)

حضرت مسیح موعود کی بعثت کی غرض

"خدا تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا کہ میں ان خزائن مدفونہ کو دنیا پر ظاہر کروں اور ناپاک اعتراضات کا کیچڑ جو ان درخشاں جواہرات پر تھوپا گیا ہے، اس سے ان کو پاک صاف کروں"۔(ملفوظات جلد اول صفحہ ۳۸)

"سلسلہ تحریر میں میں نے اتمام حجت کے واسطے مفصل طور سے ستر اسی کتابیں لکھی ہیں اور ان میں سے ہر ایک جداگانہ طور سے ایسی جامع ہے کہ اگر کوئی طالب حق اور طالب تحقیق ان کا غور سے مطالعہ کرے تو ممکن نہیں کہ اس کو حق و باطل میں فیصلہ کرنے کا ذخیرہ بہم نہ پہنچ جاوے۔ہم نے اپنی عمر میں ایک بھاری ذخیرہ معلومات کا جمع کر دیا ہے"۔(ملفوظات جلد پنجم صفحہ ۵۷۸)

آسمانی ہتھیار اور حربہ

"قرآن شریف کے جس قدر اعجاز معارف معجز کلامی کے میں نے جمع کیے ہیں، اس وقت اللہ تعالیٰ ان کو ظاہر کر رہا ہے تا کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت اور آپ کے خوارق کا ثبوت ہو۔یہی ایک ہتھیار اور حربہ ہے جو ہم کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور جس کے ساتھ ہم مذاہب باطلہ کے سحر کو توڑنا چاہتے ہیں۔ہم قرآن شریف کو زندہ کلام ثابت کرنا چاہتے ہیں۔اسے منتر بنانا نہیں چاہتے"۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۴۳)

مردہ دلوں کے لیے آب حیات

"جو شخص میرے ہاتھ سے جام پیے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مرے گا۔وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں اور وہ حکمت جو میرے منہ سے نکلتی ہے اگر کوئی اور بھی اس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خدا کی طرف سے نہیں آیا لیکن اگر یہ حکمت اور معرفت جو مردہ دلوں کے لیے آب حیات کا حکم رکھتی ہے دوسری جگہ سے نہیں مل سکتی تو تمہارے پاس اس جرم کا کوئی عذر نہیں کہ تم نے سرچشمہ سے انکار کیا جو آسمان پر کھولا گیا"

(ازالہ اوہام۔روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۰۴)

تکبر سے بچنے کا ذریعہ

"اور وہ جو خدا کے مامور اور مرسل کی باتوں کو غور سے نہیں سنتا اور اسکی تحریروں کو غور سے نہیں پڑھتا اس نے بھی تکبر

سے ایک حصہ لیا ہے۔ سو کوشش کرو کہ کوئی حصہ تکبر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ"۔ (نزول المسیح۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۰۳)

ارشادات و فرمودات حضرت مصلح موعود

قرآن کی تفسیر

حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:۔

"حضرت صاحب کی کتابیں پڑھو اور خوب یاد رکھو کہ حضرت صاحب کی کتابیں قرآن کی تفسیر ہیں"۔

(اصلاح نفس۔ انوار العلوم جلد ۵ صفحہ ۴۴۷)

"اصلاح نفس کے لیے دوسری چیز یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا مطالعہ کیا جائے۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ لوگ باقاعدہ حضرت صاحب کی کتب کا مطالعہ نہیں کرتے۔ اگر ہر احمدی یہ فیصلہ کر لے کہ حضرت صاحب کی کسی کتاب کا روزانہ کم از کم ایک صفحہ کا مطالعہ کیا کروں گا تو اس کا بہت بڑا فائدہ ہو سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب میں وہ روشنی اور وہ معارف ہیں جو قرآن کریم میں مخفی طور پر بیان ہوئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی اپنی کتب میں تشریح فرمائی ہے۔ حتّی کہ ایک ادنیٰ لیاقت کا آدمی بھی انہیں سمجھ سکتا ہے۔ اس وجہ سے آپ کی کتب میں بھی وہ نور اور ہدایت ہے جو قرآن کریم میں ہے"۔

(تقریر دلپذیر۔ انوار العلوم جلد ۱۰ صفحہ ۹۳)

ملائکہ کا نزول

"جو کتابیں ایک ایسے شخص نے لکھی ہوں جس پر فرشتے نازل ہوتے تھے ان کے پڑھنے سے بھی ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔ چنانچہ حضرت صاحب کی کتابیں جو شخص پڑھے گا اس پر فرشتے نازل ہوں گے۔ یہ ایک خاص نکتہ ہے کہ کیوں حضرت صاحب کی کتابیں پڑھتے ہوئے نکات اور معارف کھلتے ہیں اور جب پڑھو جب ہی خاص نکات اور برکات کا نزول ہوتا ہے۔ براہین احمدیہ خاص فیضان الٰہی کے ماتحت لکھی گئی ہے۔ اس کے متعلق میں نے دیکھا ہے کہ جب کبھی میں اس کو لے کر پڑھنے کے لیے بیٹھا ہوں، دس صفحے بھی نہیں پڑھ سکا کیونکہ اس قدر نئی نئی باتیں اور معرفت کے نکتے کھلنے شروع ہو جاتے ہیں کہ دماغ انہیں میں مشغول ہو جاتا ہے۔ تو حضرت صاحب کی کتابیں بھی خاص فیضان رکھتی ہیں، ان کا پڑھنا بھی ملائکہ سے فیضان حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور ان کے ذریعہ نئے نئے علوم کھلتے ہیں۔ دوسری اگر کوئی کتاب پڑھو تو اتنا ہی مضمون سمجھ میں آئے گا جتنا الفاظ میں بیان کیا گیا ہوگا مگر حضرت صاحب کی کتابیں پڑھنے سے بہت زیادہ مضمون کھلتا ہے"۔

(ملائکۃ اللہ۔ انوار العلوم جلد ۵ صفحہ ۵۶۰)

کامل ایمان کا حصول

"اللہ تعالیٰ نے جس قدر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر افضال وانعام اور معارف اور حقائق کھولے ہیں اور جو صداقتیں (دین حق) میں پائی جاتی ہیں، وہ آپ کی کتب میں موجود ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت (دین حق) کی حفاظت کا یہی انتظام فرمایا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کو مبعوث فرمایا اور آپ پر اپنے انعامات کے دروازے کھول دیئے۔ پس بغیر ان کتب کو بار بار پڑھے اور قادیان میں کثرت سے آنے کے ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ سلسلہ کی کتب کو نہیں پڑھتے وہ یاد رکھیں کہ محض سلسلہ میں داخل ہو جانا کوئی بات نہیں، جب تک کہ سلسلہ سے کماحقہ واقفیت نہ پیدا ہو۔ مثلاً کوئی شخص کسی

ایسے اعلیٰ درجہ کے مکان میں داخل ہو جس کی کوئی نظیر نہ ہو مگر داخل ہوتے ہی آنکھیں بند کر لے تو ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ وہ اس مکان کی خوبصورتی کو نہ تو دیکھ سکتا ہے اور نہ اس سے کچھ لطف اٹھا سکتا ہے یا اسی طرح کوئی نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا لیمپ ہو اس کی روشنی سے ایک ایسا شخص تو فائدہ اٹھا سکے گا جو اس سے بہت فاصلہ پر ہو، مگر وہ کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا جو قریب بیٹھا ہو، اگر اپنی آنکھیں بند کر لے۔ ایسا انسان تو خواہ اپنا منہ لیمپ کے اندر بھی لے جائے تو بھی اس کی روشنی سے کچھ فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ یہی حال ہے ایسے انسان کا جو سلسلہ میں تو داخل ہو مگر اپنی آنکھوں سے کام نہ لے اور ان معارف اور حقائق کو نہ دیکھے جو خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ میں رکھے ہیں''۔

(خطبہ جمعہ ۱۵ جون ۱۹۱۷ء بحوالہ خطبات محمود جلد ۵ صفحہ ۴۷۶)

بیش قیمت خزانہ

''حضرت مسیح موعودؑ خدا تعالیٰ کی طرف سے آئے تھے..... اس لیے آپ کے قلم سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ دنیا کی ساری کتابوں اور تحریروں سے بیش قیمت ہے اور اگر کبھی یہ سوال پیدا ہو کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تحریر کی ہوئی ایک سطر محفوظ رکھی جائے یا سلسلہ کے سارے مصنفین کی کتابیں؟ تو میں کہوں گا کہ آپ کی ایک سطر کے مقابلے میں یہ ساری کتابیں مٹی کا تیل ڈال کر جلا دینا گوارا کروں گا مگر اس سطر کو محفوظ رکھنے کے لیے انتہائی کوشش صرف کر دوں گا۔ ہماری کتابیں کیا ہیں؟ حضرت مسیح موعودؑ نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کی تشریحیں ہیں''۔ (رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۲۵ء صفحہ ۳۹)

''حضرت مسیح موعودؑ کی تحریروں کی روانی کی مثال ایسی ہے جیسے پہاڑوں پر برسا ہوا پانی بہتا ہے۔ بظاہر اس کا کوئی رخ معلوم نہیں ہوتا مگر وہ خود اپنا رخ بناتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی تحریروں میں الٰہی جلال ہے اور وہ تصنع سے بالا ہے۔ جس طرح پہاڑوں کے قدرتی مناظر ان تصویروں سے کہیں زیادہ دلفریب ہوتے ہیں جو انسان سالہا سال کی محنت سے تیار کر کے میوزیم میں رکھتا ہے، اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ کی عبارت بھی سب سے فائق ہے۔ انسان کتنی محنت سے پہاڑ کی تصویر تیار کرتا ہے مگر کیا وہ پہاڑ کے اصل نظاروں کا کام دے سکتی ہے۔ لاکھوں روپیہ کے صرف سے سمندروں کی تصویریں تیار کی جاتی ہیں مگر جب سمندر جوش میں ہو تو کیا اس وقت کے نظاروں کا کام تصویر دے سکتی ہے۔ تصویر کے اندر نہ وہ دلکشی ہوتی ہے اور نہ ہیبت و شوکت۔ اسی طرح باقی سب تحریریں تصویریں ہیں مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات قدرتی نظارہ''۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ جولائی ۱۹۳۱ء۔ روزنامہ الفضل ۱۶ جولائی ۱۹۳۱ء)

دینی واقفیت کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں:-

اوّل: قرآن کریم کا ترجمہ۔

دوم: حدیث۔

سوم: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب۔

(مشعل راہ جلد اوّل صفحہ ۳۹۴)

''قلب کی صفائی کے طریق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں میں موجود ہیں''۔ (انوار العلوم جلد ۱۳ صفحہ نمبر ۱۷۸)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے ارشادات

علوم و معارف کا خزانہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ مورخہ ۴ نومبر ۱۹۷۷ء کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:-

''آج کے مسائل کو حل کرنے کے لیے، آج کی

ذمہ داریوں کو نبھانے کے لیے اور یہ انقلاب عظیم جو اپنے عروج کی طرف حرکت میں آ گیا ہے اس حرکت کا ایک حصہ بننے کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا پڑھنا ضروری ہے۔

ایک بات میں بتادوں اور میں اپنے تجربے سے کہتا ہوں اور علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ جو تفسیر قرآنی ہمارے ہاتھ میں دی ہے وہ اتنی عظیم ہے کہ آپ کی کوئی کتاب لے لو چھوٹی ہو یا بڑی اور اس کو سو دفعہ پڑھو سو دفعہ ہی آپ کو اس میں سے نئے معانی نظر آ جائیں گے۔ یہ اس قسم کی تفسیر ہے۔ آپ کی کتب عام کتابوں کی طرح نہیں بلکہ خدا نے لکھی ہیں۔ قرآن کریم کی یہ تفسیر محمد ﷺ کی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں اور آپ پر فدا ہو کر فنافی الرسول کی حالت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خدا نے سکھائی اور خدا خود آپ کا معلم بن گیا"۔ (مشعلِ راہ جلد دوم صفحہ ۲۲۳)

"بعض دفعہ حضورؑ ایک فقرہ لکھتے ہیں اور آپ ساری عمر بھی گزار دیں تو اس فقرے کا مضمون ختم نہیں ہوگا۔ ایک دفعہ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک کتاب کا ایک فقرہ اٹھایا اور پانچ سات خطبات جمعہ اس ایک فقرے پر دے دیے۔ اتنا مضمون اس کے اندر بھرا ہوا تھا"۔

(سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ ۲۰ اکتوبر ۱۹۶۷ء مشعلِ راہ جلد دوم صفحہ ۲۴۷)

شیطان کے حملوں سے بچنے کا ذریعہ

"پس آج آپ کو میری نصیحت یہی ہے اور یہ بڑی بنیادی اور اہم نصیحت ہے اور میں اسے بار بار دہرانا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھنے کی عادت ڈالیں اس کے نتیجہ میں آپ شیطان کے بیسیوں حملوں سے محفوظ ہو جائیں گے اور خدا تعالیٰ کی نگاہ میں آپ کی عزت ہوگی اور آپ کی زندگی کے کاموں میں اللہ تعالیٰ برکت ڈالے گا"

(افتتاحی خطاب تربیتی کلاس ۱۳ مئی ۱۹۶۷ء مشعلِ راہ جلد دوم صفحہ ۱۴۰)

برکاتِ الٰہی کے حصول کا ذریعہ

تربیتی کلاس پر آئے ہوئے طلبہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:-

"اگر آپ یہاں سے یہ عہد کر کے جائیں گے کہ ہم روزانہ پانچ صفحات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے پڑھیں گے بلکہ میں پانچ کی شرط کو بھی چھوڑتا ہوں اگر آپ تین صفحات روزانہ پڑھنے کا بھی عہد کریں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تھوڑے عرصہ ہی میں آپ کے اندر ایک عظیم انقلاب پیدا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی برکتیں آپ پر نازل ہوں گی اور خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے آپ کو اس قدر حصہ ملے گا کہ آپ دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈالنے والے ہوں گے۔ تھوڑی سی توجہ کی ضرورت ہے اس کے بعد آپ خدا تعالیٰ کی نگاہ میں اس کے ایسے بندے بن جائیں گے جو اس کے پسندیدہ بندے ہوتے ہیں۔ آپ دنیا کے راہنما اور قائد بن جائیں گے اور خدا تعالیٰ کی برکتیں آپ حاصل کریں گے لیکن اس قیادت اور راہنمائی اور خدا تعالیٰ کے فضل اور برکتوں کا حصول حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیان کردہ تفسیر قرآن کریم سے باہر نہیں ہو سکتا۔ سو میں آپ کو بار بار تاکید کروں گا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھنے کی عادت ڈالیں۔ تین صفحات روزانہ پڑھنا شروع کر دیں گے تو پھر آپ کو اس کی عادت پڑ جائے گی اور اس کے نتیجہ میں آپ کی پڑھائی پر یا اگر

آپ کوئی کام کر رہے ہیں تو آپ کے کام پر قطعاً کوئی اثر نہیں پڑے گا بلکہ یہ مطالعہ ان پر اچھا اثر ڈالے گا۔ اگر آپ میں کوئی پڑھنے والا ہے تو اس مطالعہ کے نتیجے میں اس کے ذہن میں جلا پیدا ہوگی اور اس کے اندر ایک نور پیدا ہوگا اور پھر وہ دوسرے مضامین کیمسٹری اور انگریزی وغیرہ کو آسانی سمجھنے لگے گا اور امتحان میں اسے اچھے نمبر ملیں گے اور اگر وہ کوئی کام کر رہا ہے تو اس کے کام میں Efficiency (ایفی شنسی) پیدا ہو جائے گی"

(مشعل راہ جلد دوم صفحہ ۱۲۵ افتتاحی خطاب تربیتی کلاس ۱۲ مئی ۱۹۶۷ء)

کتب امام الزمان۔ ہر احمدی کی جان

"غرض قرآن کریم کی وہ تفسیر جو آج کی ضرورتوں کو پورا کرنے والی ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں پائی جاتی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اور وہ علوم جو ان کتب میں پائے جاتے ہیں ہر احمدی کی جان اور اس کی روح ہیں اگر آپ ان کتب سے یا ان کتب میں بیان کئے گئے علوم سے ناواقف ہیں تو گو احمدیت تو پھیل کر رہے گی اور اس کو مٹانا مشکل ہوگا لیکن تم ایک ایسے مردہ جسم کی طرح ہو جاؤ گے جس میں جان نہیں ہوگی"۔ (مشعل راہ جلد دوم صفحہ ۴۴)

حضرت مسیح موعودؑ کی کتب پڑھنے کا طریق

"حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے پڑھنے کی عادت ڈالیں۔ روزانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کسی کتاب یا آپ کے ملفوظات کا کوئی حصہ پڑھ لیا کریں۔ ملفوظات سے اگر آپ شروع کریں تو زیادہ بہتر ہے کیونکہ ان میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں وہ عام فہم ہیں اور جن الفاظ میں انہیں اخبارات نے محفوظ کیا ہے وہ بھی آسان اور عام فہم ہیں۔ ان میں مثلاً مختلف سوالات کے جوابات ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کیے گئے یا ان سوالات کا جواب جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیا ہے جبکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود لکھا ہے کہ جو دوست باہر سے آئیں وہ قادیان سے جلد واپس نہ چلے جائیں بلکہ کچھ عرصہ یہاں رہیں، لیکن مجالس میں الٰہی علم کے مطابق انسان کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے باتیں کرتا ہوں۔ مثلاً ایک آدمی مجلس میں آتا ہے اور وہ حدیث کی کوئی اہمیت نہیں سمجھتا تو اللہ تعالیٰ مجھے القاء کرتا ہے اور میں حدیث کی اہمیت بیان کر دیتا ہوں یا بعض ایسے آدمی آپ کی مجلس میں آجاتے جو حدیث کو قرآن کریم پر ترجیح دینے والے ہوتے تو آپ مجلس میں اس موضوع پہ کچھ فرما دیتے"۔ (مشعل راہ جلد دوم صفحہ ۴۴)

"ہر احمدی گھرانہ میں کتب حضرت مسیح موعودؑ موجود ہوں اور زیر مطالعہ ہوں اور انہیں بچوں کو پڑھانے کا انتظام ہو.......... احباب ہر تین ماہ میں کم از کم حضرت مسیح موعودؑ کی ایک کتاب ضرور خرید لیا کریں اور خریدنے کی ترتیب یہ رکھیں کہ حضور نے جو آخری کتاب تصنیف فرمائی اسے پہلے خرید کر پڑھ لیں اور پھر اس سے قبل کی کتب علی الترتیب خریدتے چلے جائیں کیونکہ آخری دور کی کتب حضور نے عوام کو مخاطب کر کے نہایت عام فہم اور آسان زبان میں تصنیف فرمائیں۔ جبکہ ابتدائی زمانہ کی کتب علماء کو مخاطب کر کے لکھی گئیں، جن کی وجہ سے وہ بہت گہری اور دقیق ہیں لیکن بہرحال وہ بھی بے شمار اور نہایت لطیف اور پر معارف نکات پر مشتمل ہیں"۔

(سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ ۲۳ اکتوبر ۱۹۷۷ء الفضل ۲۹ اکتوبر ۱۹۷۷ء)